براہین رضوی

(حصہ دوئم)

جواب الجواب

زبیر علیزئی لامذہب کے جواب میں

از قلم

علامہ قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی

بانی و ناظم اعلی :دار القلم اسلامک سینٹر پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔

اما بعد:

علیزئی نامی ایک لا مذہب نے اہل سنت و جماعت کے نامور عالم ،مناظراسلام حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی کے بارہ سوالات جو آپ نے ان لا مذہبوں کے بیان کردہ اُصولوں(جو یہ لوگوں کو اہل سنت سے متنفر کرنے کے لئے عوام کے سامنے اپنی غیر مقلدانہ ٹون کے ساتھ بیان کرتے ہیں) کے مطابق ایک سائل کی حیثیت سے کئے تھے جن کے جواب سے کئی بے چارے ہمت ہار بیٹھے ،مگر کئی سال بعد زبیری ہنڈیا میں اُبال آیا تو اس نے اپنے رسالہ میں ان کے جوابات دینے کی کوشش کی، مگر جہاں اُس کے بڑے بڑے اپنے جاہلانہ اور نجدی ترکش خالی کر چکے تھے، ان کے ہوش گم ہو چکے اور وہ چاروں شانہ چت گر گئے تھے، اس بیچارے حضروی نابکار و نافرجام سے کیا بننا تھا، بس چند اوراق کو بے بنیادوغیر متعلق دلائل سے سیاہ کر کے لگا شور مچانے کہ ہم نے جواب دے دیا ہے۔

اہل سنت و جماعت کی طرف سے فی الفور اُن کا جواب اس لئے نہ آیا کہ اس زبیری ہنڈیاکے بے وقت اُبال سے کوئی نئی چیز تو سامنے آئی نہیں تھی ،وہی پرانے الفاظ جو پہلوں نے لکھے تھے تھوڑے سے رد وبدل کے ساتھ جمع کر دیئے گئے تھے۔غیر مقلدین کی شیطانی سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے اُن کا جواب بہت پہلے دیا جا چکا تھالیکن ان اعتراضات کی سطحیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب لکھے جانے کے بعد بھی اُس کی اشاعت کے بارے میں کوئی خاص توجہ نہ دی گئی ،مگر علیزئی کی رعونت اور خود سری آپے سے باہر ہو

گئی اور لگی بے ہنگم شور شر کرنے۔

پس ان کو آئینہ دکھانے اور رضوی دُروں سے راہِ راست پر لانے کی خاطر اس مضمون کا جواب چند اضافوں کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔

پس رضوی شعلوں سے زبیری ہنڈیا تو شاید دم پخت ہو کر رہ جاتی، مگر دم بھرنے والوں نے جب ناک میں دم کیا تو ناک کٹنے کے خوف سے وہی پہلے والی لا یعنی اور بے بنیاد باتوں کے ساتھ مزید مختل الحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند اوراق شائع کردیے جن میں اپنی مظلومیت کا رونا رونے کے ساتھ ساتھ اپنے ہی بڑوں کو مورد الزام بھی ٹھہرا دیا۔

راقم الحروف نے جو کہا تھا کہ: ''وہابیوں! دیکھنا کہیں یہ تم میں ''آدھا تیتر آدھا بٹیر'' تو پیدا نہیں ہو گیا۔ (دیکھئے براہین رضوی صفحہ ۲۴)

پس زبیر علیزئی نے اس کو سچ کر دکھایا کیونکہ نجدی اکابرین کے بے بنیاد سلفی منہج کو بالائے طاق رکھتے ہوئے لکھاہے:

[قول علیزئی] ''ایک اہم بات: اہل حدیث (اہل سنت) کے نزدیک قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور ثابت شدہ اجماع شرعی حجت ہیں۔احادیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے، لہذا اہل حدیث کے نزدیک ہر سوال کا جواب ادلۂ ثلاثہ اور اجتہاد سے جائز ہے۔اجتہاد کی کئی قسمیں ہیں مثلا: نص پر قیاس، عام دلیل سے استدلال، اولی کو ترجیح، مصالح مرسلہ اور آثار سلف صالحین وغیرہ۔اہل حدیث کے اس منہج کو ماہنامہ الحدیث حضرو میں بار بار واضح کر دیا گیا ہے۔۔۔

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۷،۲۸)

جواب: دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ ہمارا مسلک وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے ہم کوئی نئی پیداوار نہیں ہیں مگر حیرانگی اُس وقت ہوتی ہے جب

اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوانے والوں کا منہج ہی ایک نظر نہیں آتا، یہ عجیب مسلک ہے جو بزعم خود چودہ پندرہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے مگر آج تک اس کا منہج ہی نہیں بن سکا۔

علیزئی صاحب کا بیان کردہ منہج آپ نے پڑھا، انہی کے گم کردہ راہ نام نہاد سلفی بزرگ جو چند سال پہلے اِس دنیا سے اپنی اگلی منزل کی طرف کوچ کر گئے ہیں اُن کے الفاظ میں دیکھیں کہ اہلحدیث کا منہج کیا ہے؟ چند سال کے بعد ان کے منہج میں کتنا فرق آیا اس موازنے سے یہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔

لا مذہبوں وہابیوں کے شیخ الحدیث والتفسیر محمد یحیٰ گوندلوی نے"اہل حدیث کا منہج"کا عنوان جما کر لکھا ہے کہ: "اہل حدیث قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کا نام ہے جن کے عقائد اور اعمال کلیۃً قرآن و حدیث کے مطابق ہیں اور کسی ایک جگہ بھی اختلاف نہیں بلا شبہ اہل حدیث کا مسلک واحد ایسا مسلک ہے جو آراء و قیاسات سے آزاد خالص اسلامی تعلیمات کا حامل ہے-----

(عقیدہ مسلم ص۲۷،ناشر : دار الحسنیٰ)

یہی لا مذہبوں کے شیخ الحدیث والتفسیر صاحب " قیاس سے اجتناب"کی سرخی دے کرلکھتے ہیں کہ :"------حالانکہ قرآن و حدیث میں دین کے معاملے میں قیاس کی اجازت نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قیاس سے سخت نفرت کرتے تھے"۔

(عقیدہ مسلم ص۴۹،ناشر : دار الحسنیٰ)

مزید لکھا ہے کہ:

''قیاس کو شریعت کا درجہ دینے کا مطلب اس چیز کو شریعت قرار دینا ہے جو عند اللہ اور عند الرسول شریعت نہیں۔

(عقیدہ مسلم ص۵۱،ناشر : دار الحسنیٰ)

لا مذہبوں کے شیخ الحدیث والتفسیر گوندلوی صاحب کے مطابق علیزئی ایک ایسے نظریہ کا قائل ہے جس سے بقول گوندلوی صاحب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سخت نفرت کرتے تھے، اور علیزئی ایک ایسی چیز کو شریعت قرار دے رہا ہے ،جو ان کے خود ساختہ ونام نہاد شیخ الحدیث والتفسیر صاحب کے بقول نہ تو عند اللہ شریعت ہے اور نہ ہی عند الرسول شریعت ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کیا علیزئی کے نزدیک گوندلوی صاحب اہل حدیث تھے یا کہ نہیں ؟کیا گوندلوی کا شمار وہ اپنے اکابرین میں کرتے ہیں یا کہ نہیں ؟اگر اہلحدیث تھے تو تسلیم کریں کہ ہمارا منہج میری خود ساختہ تحقیقات کے ساتھ مکمل ہوا ہے اور اگر میرے بعد کوئی نیا محقق جو میری مثل '' آدھا تیتر آدھا بٹیر '' پیدا ہو گیا تو بدل بھی سکتا ہے۔

ایک اہم بات : میں نے دوبارہ یہ الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ علیزئی کو باقی تمام الفاظ جو راقم الحروف نے اُس کے بارے میں لکھے تھے وہ برے لگے ہیں مگر یہ مثل اچھی لگی ہے اس لئے اس نے اس کا برا نہیں مانا ورنہ وہ اس کو بھی ذکر کرتا اور کہتا کہ یہ بھی مجھے گالی دی ہے۔

☆علیزئی نے اجتہاد کے جواز کے بارے میں لکھا ہے مگر علیزئی کے ایک دوسرے بزرگ خالد گرجاکھی نے لکھا ہے کہ :'' اجتہادات دین میں داخل نہیں ہیں دین صرف قرآن و حدیث کا نام ہے ''۔(مقدمہ ، حدیث اور غیر اہلحدیث ص ب)

مناظر اسلام مدظلہ العالی نے جو سوالات کئے تھے ان کا تعلق علیزئی کے نزدیک دین سے ہے یا نہیں؟ اگر وہ سوالات دین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تواب ان دونوں میں سے ایک توکذاب ہوگا،اب ہم نہیں کہتے بلکہ علیزئی بتائے کہ خالد گرجاکھی کذاب ہے یا علیزئی ؟۔
علیزئی اپنے آپ کو توکذاب کہے گا نہیں کیونکہ وہ اس کو اپنے لئے گالی سمجھتا ہے، لا محالہ ماننا پڑے گا کہ علیزئی کے نزدیک خالد گرجاکھی ہی کذاب قرار پائے گا ،جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لا مذہبوں کے بزرگ ان کے نزدیک کذاب ہیں کیونکہ وہ اجتہادات کو دین سے خارج قرار دے رہے ہیں اور علیزئی دین میں اجتہادات کو جائز قرار دے رہا ہے۔
اس کے بعد علیزئی نے تقریبا آدھا صفحہ تقلید کے بارے میں گفتگو کی ہے جس میں ایک حوالہ فتاوی رضویہ اور ایک حوالہ جاء الحق کا نقل کیا ہے۔ہم ان تمام لا یعنی و بے بنیادباتوں کا جواب دینے کو بھی تیار ہیں، لیکن پہلے ہمارے سوالات کے جوابات جو علیزئی اورلا مذہبوں کی پوری ذریت پر قرض ہیں وہ تو ادا کرلیں پھر ہم پر سوال کریں ہم ان تمام کا جواب دیں گے ، ان شاء اللہ العزیز۔

راقم الحروف لا مذہبوں کی طرف سے آنے والے جوابات کے پیش نظر یہ کہتا ہے کہ پاکستانی لا مذہب پوری دنیا کے لا مذہبوں سے مل کر کوشش کر دیکھیں مگر ان سے ہمارے قائم کردہ سوالات کے جوابات ان شرائط کے مطابق نہیں بن پڑھیں گے ،انشاء اللہ العزیز۔

اس کے بعد علیزئی صاحب یوں بلند بانگ دعوی کرتے ہیں:

[قول علیزئی] ”اہل حدیث اپنے عقیدے اور منہج کے مطابق ادلۂ اربعہ سے بذریعہ محدثین کرام اور علمائے حق (سلف صالحین کے فہم کو مد نظر رکھتے ہوئے) جواب دینے کے پابند ہیں“۔ (الحدیث شمارہ نمبر: ۸۶، صفحہ ۲۸)

جواب: اس لا مذہب نے اپنے پہلے بزرگ لا مذہبوں کا جنازہ اس طرح نکالا کہ ماضی قریب تک وہ جس بات کا راگ الاپتے رہے، زبیری ہنڈیا کے اجتہادی شعلوں نے ان کے نظریات کو جلا کر راکھ کر دیا۔

راقم الحروف نے براہین رضوی کے صفحہ ۲۳ اور صفحہ ۲۴ پر ان کے امام العصر، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مورخ، ادیب، مقرر، معلم، متکلم، صحافی اور نقاد محمد بن ابراہیم جونا گڑھی کی کتب کے حوالے دیے تھے، جن کو علیزئی نے سعودی ریالوں سے خریدا ہوا مال سمجھ کر ہضم کر لیا، ملاحظہ ہو: جونا گڑھی لکھتا ہے کہ:

”بحمد للہ جماعت اہل حدیث (غیر مقلد، وہابی، لامذہب) صرف انہیں دو چیزوں پر عامل اور قائم ہے نہ تیسری چیز کی ضرورت دین میں تھی نہ انہیں محسوس ہوئی، نہ انہوں نے تیسری ہستی ٹٹولی“۔

(توحید محمدی ۹۱، مکتبہ محمدی R۔7/چیچہ وطنی، ساہیوال)

اور یہی جونا گڑھی ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ:

”۔۔۔ایک مٹھی میں قرآن لو دوسری میں حدیث لو جب تیسرا ہاتھ پیدا ہو تب تیسری چیز بھی پیدا کر لینا اب تو قرآن حدیث بس ہے باقی سب ہوس ہے۔۔۔“۔

(شمع محمدی ۲۷، مکتبہ محمدی R۔7/چیچہ وطنی، ساہیوال)

اور یہی جونا گڑھی اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

''ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو قرآن حدیث میں جس طرح ہے وہی اسی طرح اسلام ہے جو اس میں نہیں وہ اسلام میں نہیں ''۔ (شمع محمدی ۱۴۰،مکتبہ محمدی R ۔7/چیچہ وطنی ،ساہیوال)

سنو! اور غور سے سنو ،یہی تمہارا بڑا جونا گڑھی لکھتا ہے کہ:

''سنئے جناب ! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے قیاس اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں ؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر اللہ ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں ''۔(طریق محمدی ص ۵۷ ،مکتبہ محمدی R ۔7/چیچہ وطنی ،ساہیوال)

یہی جونا گڑھی اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

''تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل سمجھنے لگے ''۔(طریق محمد ی ص۵۹،مکتبہ محمدی R ۔7/چیچہ وطنی ،ساہیوال)

جونا گڑھی نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''جب اللہ کے پیغمبر کو یہ اجازت نہ تھی کہ اللہ کے دین میں اپنی طرف سے کچھ کہہ دیں پھر اماموں اور مجتہدوں کو یہ منصب اور یہ رتبہ کیسے مل گیا ؟۔

(طریق محمدی ص ۶۱،مکتبہ محمدی R ۔7/چیچہ وطنی ،ساہیوال)

علیزئی کو چاہئے تھا کہ وہ ان حوالاجات کے بارے میں لکھتا مگر شاید آئمہ محدثین و مفسرین اور مجتہدین کے اقوال کو بغیر کسی تردد کے مردود و باطل لکھنے والے نے یہاں اس لئے خاموشی سادھ لی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے لا مذہبوں کے نظریات کو باطل و مردود قرار

دوں تو میرا مسلک ہی برصغیر پاک وہند میں دُم بریدہ رہ جائے، مگر علیزئی کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ابھی ایک کے حوالے دیئے ہیں اگر زبیری ہنڈیا کی نجدی کڑھی کا اُبال نہ تھا تو ان شاء اللہ العزیز ایک ایک کر کے ان لا مذہبوں کے اس بارے میں اتنے حوالے ذکر کروں گا کہ علیزئی کو دنیائے نجد میں اپنا ہمنوا کوئی نظر نہیں آئے گا اور عوام و خواص کو بھی علم ہو جائے گا کہ علیزئی ایسے مسلک و نظریات کا مدعی ہے جس کا دنیائے نجد ،نام نہاد اہلحدیثوں، غیر مقلدوں میں وجود ہی نہیں تھا، جو اس کے مسلک و نظریات کے دُم بریدہ اور بے بال و پر ہونے کی واضح دلیل ہو گی ،ان شاء اللہ العزیز۔

[قول علیزئی] ''سلف صالحین کے فہم کو مد نظر رکھتے ہوئے''۔

جواب : اس کے جھوٹا ہونے کی ایک واضح مثال آگے آ رہی ہے ان شاء اللہ العزیز۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی نے لکھا کہ : ''اب سوال کی مناسبت سے چند تنبیہات پیش خدمت ہیں : (ا) صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت ہے ' ۔(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۸)

جواب :مناظر اہل سنت مدظلہ العالی نے سوالات میں یہ سوال نہیں فرمایا تھا کہ حسن حدیث حجت ہوتی ہے یا نہیں ؟ بلکہ لا مذہبوں کی طرف سے مچائے گئے صحیح کے بے ہنگم شور کے تحت صحیح کی قید کے ساتھ سوال کیا تھا کیوں کہ لا مذہب اکثراحادیثِ حسان کا ذکر کئے بغیر صحیح کا ہی راگ الاپتے نظر آتے ہیں اور فریق مخالف سے صرف صحیح کا ہی مطالبہ کرتے ہیں اس لئے صحیح کی قید لگائی گئی تھی کیونکہ عمومی طور پر لا مذہب اپنی تحریرات اور بیانات میں بھی صحیح ہی کی رٹ لگاتے نظر آتے ہیں دلیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ایک لا مذہب محمد ابراہیم سلفی اپنے ایک رسالہ "عورت اور مرد کے طریقہ نماز میں فرق نہیں صفحہ ۹ تا ۱۳ " کے ابتدائیہ میں لکھتا ہے کہ : " قرآن مجید اور صحیح احادیث رسول ﷺ منزل من اللہ ہیں اور یہی وہ حق ہے جسے اللہ نے نبی ﷺ پر نازل فرمایا ہے

{ما نزل علیٰ محمد وھو الحق من ربھم }(محمد :۴۷/۲) [اصل آیت مبارکہ یوں ہے کہ : {وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم }]اور اسی حق کی اتباع کا حکم ہے :۔۔۔کہیں صحیح حدیث پر عمل ہوتا ہے۔۔۔۔ صحیح حدیث و سنت پر خوب ہاتھ صاف کرتے ہیں۔۔۔دوران مطالعہ ہی صحیح احادیث و آثار اور شروحات کتب احادیث میں آئمہ و فقہائے محدثین کے وضاحتی بیانات کی روشنی میں۔۔۔۔یہ کتابچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔جس میں راقم نے نہایت اختصار کے ساتھ اہمیت ، فرضیت و فضیلت نماز اور طریقۂ نماز صحیح احادیث کی روشنی میں تحریر کیا۔۔۔۔کوئی ایک بھی صحیح روایت دیکھنے کو نہ ملی۔۔۔اگر ایک بھی صحیح حدیث رسول ﷺ مل جاتی تو قطعا قلم نہ اٹھاتا مگر پورے ذخیرۂ احادیث میں کوئی ایک بھی صحیح حدیث رسول ﷺ اس مروج فرق پر نہ مل سکی اور اب بھی اگر کوئی دوست صرف ایک ہی صحیح حدیث رسول ﷺ پیش کر دے تو تسلیم ہونے میں دیر ہو گی نہ عمل میں لانے میں کوئی ہچکچاہٹ۔

قارئین کرام ! اس لا مذہب کے پورے ابتدائیہ میں کہیں بھی حسن حدیث کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صحیح احادیث کے ساتھ جب دوسری چیز کا ذکر کیا تب بھی حسن حدیث کا نہیں بلکہ آثار کا ذکر کر دیا اور یاد رہے کہ یہ لا مذہب وہ ہے جس کے اس رسالہ پر نظر ثانی اور تقریظ ثناء اللہ مدنی کی ہے اور مقدمہ مبشر احمد ربانی کا ہے، اور یہ مبشر ربانی وہ ہے جس کی کتابوں پر نظر ثانی اور تقریظ علیزئی صاحب کرتے اور لکھتے رہتے ہیں۔

اس لئے سوالات میں صحیح کی قید لگائی گئی تھی جس نے علیزئی سے مذکورہ بالا جملہ لکھوا کر یہ ثابت کر دیا کہ دوسروں سے ہر بات میں صحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والوں کے اپنے پاس بھی ہر مسئلہ میں صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

[قول علیزئی] آگے علیزئی نے لکھا ہے کہ:

'' ۲ (ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے بھی استدلال جائز ہے ''۔(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹،۲۸)

جواب : علیزئی کو چاہئے کہ ان لا مذہبوں پر ضربِ نعال کی بارش کرے جو دن رات اہل سنت سے صریح جواب اور خاص دلیل کا تقاضا کرتے رہتے ہیں ،ہماری طرف سے یہ قید بھی ان وہابیوں کو آئینہ دکھانے کے لئے تھی۔

لطیفہ:

نماز میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھنا ،اس بارے میں انہی کی جماعت کے ایک مولوی عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو نے صادق سیالکوٹی کی کتاب ''صلوۃ الرسول '' پر'' تخریج و تعلیق ''کا کام کیا ، جس میں وہ لکھتا ہے کہ : '' الحاصل بسم اللہ جهراً پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح صریح حدیث نہیں ہے لہذا بسم اللہ آہستہ ہی پڑھنی چاہیئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جهراً کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے ۔۔۔(صلوۃ الرسول ۲۳۷)

اور صادق سیالکوٹی کی اسی کتاب پر یہی علیزئی تحقیق و تخریج کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

" حکیم محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علمائے حدیث کا یہ فیصلہ بالکل صحیح ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ اور پکار کر پڑھنا۔دونوں طرح جائز ہے۔(تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۵۸)

عجب بات ہے کہ لامذہبوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ایک دوسرا لا مذہب تو کہہ رہے ہیں کہ اس بارے میں کوئی صریح روایت نہیں، مگر علیزئی نے کہا کہ دونوں طرح جائز ہے گویا کہ صریح کے مقابلہ میں غیر صریح کو بھی قبول کر لیا، مگر یہاں لکھ دیا کہ :"ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے بھی استدلال جائز ہے"۔**فیا للعجب** ۔

[قول علیزئی] آگے علیزئی نے لکھاہے کہ :" (۳) مرفوع حدیث حجت دائمہ ہے لیکن موقوف آثار سے بھی استدلال جائز ہے،بشرطیکہ مقابلے میں صریح دلیل نہ ہو"۔
(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹)

جواب : علیزئی نے جن سے ادلۂ اربعہ کا سبق پڑھا،وہی عبد المنان بے نور پوری صاحب لکھتے ہیں کہ : " اہل علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں"۔(مسئلہ رفع الیدین ص۱۴)۔

کیوں جناب ! جب جناب کے استادوں اور بزرگوں کے نزدیک موقوف روایت کسی قسم کی دلیل ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسا؟۔

]قول علیزئی] آگے علیزئی نے لکھاہے کہ :"غیر محتمل والی شرط فضول ہے کیونکہ ہر فریق دوسرے کی دلیل میں احتمال ہی احتمال نکال لیتا ہے بلکہ بریلویت و دیوبندیت کی بنیاد ہی احتمالات ، تاویلات فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید پر ہے ۔دیکھئے الحدیث حضرو

:۵۶ص ۳۷۔۳۸۔

(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹)

جواب : بکواس اور آئینہ میں اپنی صورت نظر آنے کے مترادف ہے ، ہماری طرف سے یہ قید ان وہابیوں کے دماغ درست کرنے کے لئے تھی جو بد دماغی اور عقل و شعور سے عاری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مرفوع ، صریح ، صحیح اور غیر محتمل کا مطالبہ کرتے نہیں شرماتے۔علیزئی کا بیان ان کے بے وقوف ہونے کا امتیازی نشان اور اہل سنت کی صداقت کا واضح اعلان ہے۔

باقی احتمالات ، تاویلاتِ فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید اگر وہابیوں میں نہیں ہے تو غیرت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے ، سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھیئے اور لگایئے فتوی ان تیرہ بختوں پر جنہوں نے لکھا ہے : "نبی کا فرمان حجت نہیں (طریق محمدی ص۵۹) اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے (فتاوی سلفیہ ص۵۵ یکروزہ ص۱۷) اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔(تقویۃ الایمان،ص۱۴۸ ناشر :ادارہ اشاعۃ السنۃ مرکزی جمیعۃ اہلحدیث مغربی پاکستان شیش محل روڈ لاہور) اونٹ وغیرہ جانوروں کاپیشاب حلال ہے (فتاوی ثنائیہ ۱/۵۵۵،بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ۱/۲۷،مکتبہ سعیدیہ خانیوال)وغیرہ اگر آپ کی غیرت مردہ نہیں، ایمان کا سودا نہیں کیا ،ضمیر نہیں بیچا تو ان لوگوں پر شرعی حکم لگاؤ تا کہ ثابت ہو کہ آپ خود اندھی تقلید اور شخصیت پرستی کے شرک سے بری ہو اور تاویلات واحتمالات سے بھی دور رہتے ہو، عقل کے اندھے ! پہلے اپنے گھر کی خبر لو، پھر دوسروں کوجواب دینا۔

مذکورہ بالا بعض باتوں کا جواب ہم نے پہلے صرف اس لئے نہیں لکھا تھا کہ کلام طویل نہ ہو جائے اور اختصار کے ساتھ جواب دیا کہ علیزئی کی سمجھ میں آ جائے مگر معلوم ہوتا ہے کہ

زبیری ہنڈیا اس وقت تک سرد نہیں ہو گی جب تک اس کو گرمانے والی دنیائے نجد کی آگ کو بجھایا نہیں جائے گا۔

اس کے بعد علیزئی براہین رضوی کے جواب میں لکھتا ہے کہ:

[قول علیزئی] ”اب ایک رضاخانی لا مذہب کی طرف سے ”براہین رضوی “ نامی ایک کتاب شائع ہوئی ہے ، جس میں بارہ سوالات میں سے صرف سوال نمبر ۸ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی گیارہ سوالات کو غالباً گیارھویں کا دودھ سمجھ کر پی لیا گیا ہے اور یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ عباس رضوی نے مذکورہ سوالات کے جوابات سے راہ گریز کیوں اختیار کی ؟ (الحدیث شمارہ نمبر ۸۶، صفحہ ۲۹) ۔

جواب : اولاً : علیزئی کا راقم الحروف کے متعلق ”رضا خانی لا مذہب “ کا مرکب استعمال کرنا ایسا جھوٹ ہے جیسے کوئی دن کے بارہ بجے آسمانِ دنیا پر چمکنے والے سورج کو اس حالت میں دیکھے کہ کہیں آسمان پر ابر بھی موجود نہ ہو اور وہ کہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا۔

علیزئی راقم الحروف کو لا مذہب لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”تنبیہ : رضا خانی نے اہل حدیث پر اُصول و فروع میں تقلید نہ کرنے کی وجہ سے ”لا مذہب “ کا مرکب فٹ کیا ہے ،جبکہ احمد یار نعیمی رضاخانی نے لکھا ہے : ”عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔“ (جاء ۔۔۔ج ا ص ۱۷، تقلید: دوسرا باب) اس سے ثابت ہوا کہ رضاخانی فرقے والے عقائد میں ”غیر مقلد “ ہیں ،لہذا وہ اپنے خودساختہ اصول ہی سے ”لا مذہب “ ہیں۔(الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۳۰)

☆جبکہ راقم الحروف نے براہین رضوی کے صفحہ ۲۳ اور ۲۴ پر وضاحت کر دی تھی کہ ہم انہیں لا مذہب کیوں کہتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوانے والے پہلے لا مذہب تو اس بات کا واویلا کرتے رہے کہ کلام اللہ اور کلام الرسول کے علاوہ کسی

تیسری چیز کی دین میں ضرورت نہیں ، حتی کہ بغیر وحی کے خود رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں ہے اور آج کل کے اہلحدیث کہلوانے والے کہتے ہیں کہ قرآن ،حدیث ،اجماع اور اجتہاد یعنی ادلہٗ اربعہ حجت ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے مذہب میں کبھی تو سوائے قرآن اور حدیث کے کچھ بھی حجت نہیں ہوتا اور کبھی ضرورت پڑنے پر اجماع اور اجتہاد سے بھی کام چلا لیتے ہیں گویا جیسا دیس ویسا بھیس۔

راقم الحروف نے براہین رضوی میں لکھا تھا کہ : "۔۔۔مگر یہ لا مذہب وقت پڑنے پر اجماع ، اجتہاد اور قیاس کو بھی دلیل تسلیم کرتا ہے۔وہابیو! دیکھنا کہیں یہ تم میں "آدھا تیتر آدھا بٹیر " تو پیدا نہیں ہو گیا ؟۔اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا کوئی مذہب نہیں ہے، ان کے بڑے کچھ کہتے اور لکھتے رہے، یہ آج کچھ اور کہہ اور لکھ رہے ہیں۔مگر یہ بات قابلِ افسوس نہیں ، کیوں‌کہ یہ وہ گروہ ہے جو شہر بدلنے سے اپنا مسلک بدل لیتا ہے۔یہ وہ گروہ ہے جوملک بدلنے سے ، زمانہ بدلنے سے ، حکومت بدلنے سے نظریات تبدیل کر لیتا ہے ،مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

مولوی عبد اللہ خانپوری نے ایک کتاب "تذکرہ علمائے خانپور"لکھی جس میں اس نے اپنے لا مذہب مولویوں کے تذکرے لکھے ہیں،اس میں وہ قاضی عبد الاحد بن قاضی محمد حسن [م۱۹۲۸ئ] کے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ :(قاضی عبد الاحد)"شہر کی مختلف مساجد میں نماز کے لئے جاتے اور جو کچھ وہاں دیکھتے وہاں کے امام سے چند سوالات کر کے اسے راہ پر لے آتے ،اس غرض کے لئے مساجد احناف میں وہ آمین بالجہر اور رفع الیدین بھی نہ کرتے تھے "۔

(تذکرہ علمائے خانپور ۳۸، المکتبۃ السلفیۃ،لا ہور)

راقم الحروف نے تو اس لئے لا مذہب لکھا کہ ان کا کوئی مذہب و اُصول نہیں ،جب چاہا جس نے چاہا اپنا نیامذہب و اُصول قائم کر لیا،جیسا کہ رفع الیدین کے بارے میں ان کے نظریات و خیالات سے اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ کبھی نماز میں رفع الیدین مستحب ، کبھی سنت اور کبھی فرض ، کبھی کرنے اور نہ کرنے سے نماز میں فرق نہ آئے ، کبھی نہ کرنے سے نماز ہی نہ ہو،ان ہیرا پھیریوں کی وجہ سے راقم الحروف نے لا مذہب لکھاتھا۔

پس علیزئی کا راقم الحروف کو اس وجہ سے لا مذہب لکھنا نہ صرف جھوٹ بلکہ بیجا بہتان بھی ہے۔

ثانیا:"گیارہ سوالات کے جوابات کیوں نہ دیے گئے"

☆اس کے متعلق بھی راقم الحروف نے براہین رضوی میں پہلے ہی علیزئی کے مطالبہ کہ" وہ ہمارے سوالات مکمل (بغیر کسی تبدیلی کے)نقل کر کے ان کے جوابات بھیجیں" کے جواب میں ذکرکر دیا تھا، اگر پہلے نظر نہیں آیا تو اب دیکھ لیں :"ایک لا مذہب و بے اُصول انسان کی باتوں میں تبدیلی کا تو وہ سوچیں جن کے پاس کوئی مذہب و اُصول نہ ہو۔ الحمد للہ !ہم تو مذہب و اُصول والے ہیں، اپنے مذہب و اُصول کی پاسبانی کرنے کی خدا ئے بزرگ وبرتر نے توفیق و ہمت عطا فرمائی ہے،جو کسی کے اُصول سے واقف ہی نہ ہو، اور بے بنیاد اٹکل پچو لگانے میں ہی مصروف رہتا ہو، اس کی باتوں کی طرف توجہ کرنا کوئی دانائی نہیں۔

اگر جناب کو ہمارے سوالات کے جوابات دینے کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے ہمارے اُصول پڑھو، پھر ہم سے سوال کرو ، پھر دیکھ تجھے کیسے جواب ملتے ہیں۔ہم نے تو تمہارے بنائے ہوئے اُصولوں کے مطابق سوالات کئے تھے جن کے جواب ابھی تک ان شرائط کے مطابق

نہیں دیے جا سکے ،جو سوالات کے ساتھ مذکور ہیں اور قیامت تک نہیں دیے جا سکیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

(دیکھئے :براہین رضوی ۶،۷)

اور تمہاری طرف سے آنے والے جواب نے اہل علم پر واضح کر دیا ہے کہ غیر مقلد ان مسائل کا جواب دینے میں نہ صرف بے بس ہیں بلکہ یتیم بھی ہیں۔

ثالثا : سوال نمبر آٹھ کا جواب کیوں لکھا گیا ؟اور باقی کو ترک کیوں کر دیا گیا؟ اس بارے میں بھی براہین رضوی میں لکھ دیا گیا تھا۔

جناب کی نظر اگر اتنی ہی کمزور ہو گئی ہے تو ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں گوجرانوالہ میں آنکھوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے کافی عرصہ سے ایک مراد ہسپتال بنایا گیا ہے وہاں پر ہی داخل ہو کر اپنی آنکھوں کا علاج کروا لیجئے ،پھر شاید براہین رضوی پڑھیں تو ہماری مراد کو پہنچ جائیں ، ہم براہین رضوی سے ہی دوبارہ نقل کر رہے ہیں،دیکھ لیں:

''خامسًا : آگے جناب علیزئی نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ایک تہمت و افتراء لگاتے ہوئے لکھا کہ اس کا جواب دیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میرے باقی سوالات تو فضول ہیں صرف یہ ایک سوال ہے جو شاید ان کے لئے بہت بھاری ہے اور اس کا جواب نہیں بن پڑے گا۔

علیزئی صاحب نے لکھاہے کہ : ''احمد رضا خان بریلوی نے اللہ تعالی پر جھوٹ بولا تھا، جس کا باحوالہ ذکر اہل حدیث سوال نمبر ۸ میں موجود ہے اس کا جواب دیں اور اپنے نومولود رضا خانی فرقے کے امام کو کذب وافتراء کی جرح سے بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کریں۔اگر زندہ ہیں تو جواب دیں ! (۱رشوال ۱۴۳۱ھ، ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۰ء)

اوّلًا :{ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن }اے کذاب و مفتری ! کیا (علیزئی صاحب) جناب جانتے نہیں کہ کسی انسان پر تہمت لگانا کتنا بڑا جرم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو اللہ رب العزت پر کوئی جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی ان کا یہ بیان کرنا ذاتی ہے،بلکہ آپ نے تو جمادات و نباتات میں اطاعت و معصیت کے مادہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ جمادات و نباتات میں بھی معصیت کا مادہ پایا جاتا ہے، اوراس پر آپ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جو کہ نہ تو جھوٹ ہے اور نہ ہی آپ کا ذاتی بیان، جیسا کہ آگے اس کے بارے میں ذکر ہو گا، ان شاء اللہ العزیز۔(دیکھئے : براہین رضوی صفحہ ۹)

ہم نے تو اس کا جواب دے کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر تمہاری طرف سے عائد کئے گئے الزام کا جواب دے دیا تھا جس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تو اس سے بری قرار پاگئی، مگر تم اپنے اور اپنے بزرگ پر سے جب کذب کی جرح کا جواب دو گے تو دنیا دیکھے گی اوراہل دنیا پر تم دونوں میں سے ایک کا کذاب ہونا واضح بھی ہو جائے گا ،پس یا تو خالد گرجاکھی کذاب بنے گا یا علیزئی، اب دیکھنا تو یہی ہے کہ علیزئی صاحب اپنے آپ کو کذاب شمار کرتے ہیں یا اپنے بزرگ خالد گرجاکھی کو ؟۔

گیارہویں کا دودھ اہل اسلام ایصالِ ثواب کی غرض سے رکھتے ہیں جس سے ان کی غرض صرف اور صرف ایصالِ ثواب کی ہوتی ہے اور ایصالِ ثواب کے لئے وقف شدہ چیز کا استعمال کرنا ناجائز نہیں جیسا کہ صحابی رسول ﷺ نے اپنی والدہ کے ایصالِ ثواب کی خاطر پانی کا کنواں وقف کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اس سے پیتے رہے۔

مگر قبلہ مناظر اسلام کی طرف سے عائد کردہ شرائط کو ،جواب دیتے ہوئے تم نے فطرانہ(جو تمہارے نام نہاد جہادی لا مذہب جمع کرتے اور کھا جاتے ہیں) سمجھ کر ہضم کیا تھا ؟۔

رابعا:" مناظر اسلام مدظلہ العالی نے خود علیزئی کا جواب کیوں نہ لکھا"۔

قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی نے تمہاری طرح ٹامک ٹوئیاں مار کر اور اصل مطالبات سے راہِ فرار حاصل کر کے چند اوراق سیاہ کرنے والوں کو پہلے ہی جواب دے دیا تھا اور جو تم نے لکھا اس میں کوئی خاص نئی باتیں تو تھی نہیں کہ وہ ان کا جواب دیتے، اگر تمہیں اپنی طرف سے کئے جانے والے سوالات سے مطلب ہے تو وہ اس وقت تک تمہاری طرف سے فضول مطالبہ ہے جب تک قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی کے سوالات کے جوابات ان کی عائد کردہ شرائط (جو تمہارے ہی لا مذہب بھائی قائم کرتے رہتے تھے اور ہیں)کے مطابق تم نہیں دے سکتے، جب تم سے ان کے سوالات کے جوابات ہی نہیں بن پڑے تو تمہارا شور مچانا ہی بے بنیاد ہے،پس پہلے اپنے اور لامذہبوں پر چڑھنے والا قرض تو اُتار لو،پھر مطالبات بھی کر لینا ،مگر وہ نہ تم سے اُتر سکا اور نہ ہی کسی لا مذہب سے اُتر سکے گا ،ان شاء اللہ العزیز۔

]قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی لکھتا ہے کہ :" رضا خانی نے راقم الحروف اور اہل حدیث یعنی اہل سنت کو جن رضاخانی گالیوں سے نوازا ہے ،اس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل ہے:

ا :اے نومولود مُفتری ! (براہین رضوی ص۳)۔(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹)

جواب : اولا : "اہل حدیث یعنی اہل سنت "اس کے متعلق تو راقم نے براہین رضوی میں صفحہ ۱۰ پر واضح کر دیا تھا کہ برصغیر کے اہلحدیث کہلوانے والے پہلے وہابی ہیں جنھوں نے اپنے لئے اہل ِحدیث کا نام انگریز سرکار سے الاٹ کروایا ہے ،اور اب انہیں اہل سنت

کہلوانے کا شوق چرا رہا ہے تو اس کے متعلق ایک کہاوت یاد آگئی جو علیزئی کی سماعت کی نظر کرتا ہوں:

پہلے ساں جولاہے ، فیر بنے درزی

رڈ کھڑ کے بنے سید، اگے ماں دی مرضی

ثانیا: علیزئی صاحب ! ”اے نو مولود مُفتری “کو جناب نے گالی کیوں سمجھ لیا؟

کیا جناب اس کے حقدار نہیں، آیئے !پہلے اس کا معنی دیکھ لیں ،اردو لغت کی مشہور کتاب ”فیروز اللغات،ص۱۳۸۲ “ میں ہے ”نو [ف۔صف]نیا۔جدید۔تازہ۔ابھی کا۔اور اسی ” فیروز اللغات ،ص ۱۳۱۸“ پر ہے :”مولود [ع۔ا۔مذ]جنا ہوا۔بچہ (۲) پیدائش کا دن (۳)بیٹا۔لڑکا۔ پسر (۴) وہ مجلس جس میں حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا بیان کیا جائے اور اسی ”فیروز اللغات ،ص ۱۲۶۹“ میں ہے :”مُفتری [ع۔صف] افترا پرداز۔الزام رکھنے والا بہتان لگانے والا (۲)شریر۔مفسد۔دغا باز۔فریبی۔

اب مرکب کر لیں تو اس کے معنی بنیں گے (۱)”نیا جنم لینے والا افتراپرداز “ (۲)”جدیدالزام رکھنے والا بچہ “ (۳)”تازہ بہتان لگانے والا بیٹا“ وغیرہم۔

پہلے معنی کے لحاظ سے : اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر پہلے بھی کئی لا مذہب الزام تراشیاں کرتے رہے ہیں ، جن کے جواب الحمد للہ اہل سنت وجماعت کے علماء نے اپنی تصانیف میں دے دیے، اب نئے دور میں جناب نے جنم لیا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا کہ ”احمد رضا خان بریلوی نے اللہ تعالی پر جھوٹ بولا تھا “۔

(دیکھئے الحدیث ۱/شوال ۱۴۳۱ھ ،۱۱ ستمبر ۲۰۱۰ء ،اور براہین رضوی صفحہ ۹)

جس کے بارے میں براہین رضوی کے صفحہ ۹ پر وضاحت کی گئی ہے کہ ” اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو اللہ رب العزت پر کوئی جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی ان کا یہ بیان کرنا ذاتی

ہے،بلکہ آپ نے تو جمادات و نباتات میں اطاعت و معصیت کے مادہ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ جمادات و نباتات میں بھی معصیت کا مادہ پایا جاتا ہے، اوراس پر آپ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جو کہ نہ تو جھوٹ ہے اور نہ ہی آپ کا ذاتی بیان، جیسا کہ آگے اس کے بارے میں ذکر ہو گا، ان شاء اللہ العزیز"۔(دیکھئے براہین رضوی صفحہ ۹)
ضرورت پڑنے پردوسرے معنیٰ کے مطابق بھی وضاحت کر دیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔
[قول علیزئی] علیزئی آگے لکھتا ہے کہ : "۲:"تم اہل خبیثوں کی گستاخیوں اور۔۔۔"(ص۴)
(الحدیث شمارہ نمبر:۸۶ صفحہ ۲۹)

جواب : علیزئی سمجھتا ہے کہ میں اہل حدیث ہوں اور علیزئی پاکستان کے علاقہ حضرو اٹک میں مقیم ہے اور پاکستان میں رہ کر اہل حدیث کہلوانے والے پہلے لوگوں کو اسے اپنا بزرگ و اکابر بھی تسلیم کرنا ہو گا اگر کسی ایک آدھ سے جان چھڑا بھی لے تو کوئی بات نہیں بنے گی، پوری جمعیت سے تو ہاتھ نہیں دھو سکے گا، لا محالہ وہی اس کے بزرگ و اکابر قرار پائیں گے۔ان کی جمعیت نے ایک کتاب شائع کی، جس کا نام رکھا گیا "تقویۃ الایمان " اس کی اشاعت و ترویج بھی کی گئی، پس جب وہ کتاب جمعیت کی طرف سے شائع ہو رہی ہے تو اس کی ذمہ دار جمعیت ہی قرار پائے گی ،اس کتاب کے بارے میں علیزئی بتائے اس میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی گستاخیاں ہیں یا نہیں؟ ،انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام و اولیاء کرام رحمھم اللہ کی گستاخی کرنے والا کون ہے؟

اس بارے میں انہی کے بزرگ لکھتے ہیں کہ :"سنو ! ہم محمدی اہلحدیث (یعنی برصغیر پاک و ہند کے وہابی) اس شخص کو ابلیس جیسا کافر جانتے ہیں جو کسی نبی اور ولی کی توہین تنقیص اور مذمت کرے "۔(توحید محمدی ،ص ۷۶ ، مصنف : محمد جونا گڑھی)

پس جب گستاخ ابلیس جیسا کافر ہے اور قرآن مجید نے کافر کو نجس کہا ہے {انما المشرکون نجس۔۔۔الآیۃ }اور نجس کا معنی "گندہ۔ناپاک۔پلید " ہے اور" خبیث "کا معنی بھی "ناپاک پلید۔گندہ " بھی ہے، پس اگر راقم الحروف نے یہ لکھا تھا تو اس میں بھی شک نہیں کہ گستاخ خبیث ہوتا ہے اور اس کتاب "تقویۃ الایمان " کو شائع کرنے والے اس کے مصنف کے ہمنوا ہوئے اور وہی لوگ زبیر کے بزرگ و اکابر ہیں، لہٰذا اگر علیزئی کو راقم الحروف نے اس کے بزرگوں کے ساتھ ملا دیا ہے تو اس میں سیخ پا ہونے والی تو کوئی بات نہیں تھی۔

آیئے واضح کر دوں کہ برصغیر پاک و ہند میں موجود ہ نام نہاد تحریک اہلحدیث اسی شاہ اسماعیل کی تحریک ہے ، ہفت روزہ اہلحدیث کا مدیر اعلیٰ بشیر انصاری اپنی ایک تحریر میں لکھتا ہے کہ:

"سید اسمعیل شہید اور ان کے رفقاء مجاہدین کا شمار اس گروہ حقانی میں سر فہرست ہے ان کی عظیم الشان تحریک جہاد نے انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کی بجائے اللہ تعالی کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو بیدار کیا اور بیک وقت انگریزوں اور سکھوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ جس کے نتیجے میں اسلام کا پرچم بلند ہوا اور کتاب و سنت کی حقیقی حکمرانی کے نظام کی راہیں استوار ہوئیں۔ان کی تحریک جہاد ، تحریک اہل حدیث کی شکل میں آج بھی قائم و دائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

(تحریک اہل حدیث ، افکار و خدمات صفحہ ۲۱، ناشر : مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان)

پس واضح ہو گیا کہ موجودہ دور کے وہابیوں ،لا مذہبوں ،نام نہاد اہلحدیثوں کی تحریک کا برصغیر پاک و ہند میں بانی اسی کتاب تقویۃ الایمان کا مصنف شاہ اسماعیل ہے۔اب علیزئی

اپنے لفظوں کے مطابق فیصلہ کرے کہ جس تحریک کا بانی گستاخ ہے اُس تحریک کے دوسرے لوگوں کی حالت کیسی ہو گی ؟۔

علیزئی نے "امین اوکاڑوی (دیوبندی) کا تعاقب "نامی اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ :" مذہب اوکاڑوی باطل ہے کیونکہ مذہب کا بانی ہی یہ اعتراف خود کذب کا گنہگار ہے تو اس مذہب کا کیا انجام ہو گا ؟"۔(امین اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۱۴ ، نعمان پبلیکیشنز)

پس جس تحریک و جمعیت اور مسلک کا بانی ہی گستاخ ہو تو اس تحریک و جمعیت اور مسلک کا کیا حال ہو گا ؟

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ :"۳: "اے مراقی !" (الحدیث شمارہ ۸۶ صفحہ ۲۹)

جواب : راقم الحروف کا "اے مراقی" لکھنا بھی علیزئی نے گالی سمجھا تو اس کی مرضی۔

راقم الحروف نے یہ لفظ بھی خلاف واقعہ نہیں لکھا تھا کیونکہ مراقی کا معنی ہے "جنونی۔جو جنون میں مبتلا ہو "۔مراق وہ مرض ہے جس کو عام طور پر ہم مالیخولیا یا سودا کہتے ہیں۔

علیزئی میں یہ مرض پایا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی روایت کے بارے میں کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ کہتا ہے، ملاحظہ ہو: ایک لامذہب ڈاکٹر شفیق الرحمن کی ایک کتاب جس کا نام ہے "نماز نبوی ﷺ " جس پر تحقیق و تخریج علیزئی نے کی ہے ،اس میں نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ابن خزیمہ کی روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ :"ابن خزیمہ ۱/۲۴۳حدیث ۴۷۹' اسے امام خزیمہ نے صحیح کہا ہے "۔(نماز نبوی ﷺ ،صفحہ ۱۴۴حاشیہ نمبر ۵، ناشر : دار السلام ، اور دوسرا نسخہ : صفحہ ۱۱۷،شعبہ نشرواشاعت :اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان ،لاہور)

اولا: تو علیزئی کا یہ کہنا کہ اس کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے بالکل جھوٹ ہے ، اگر علیزئی صاحب یہ کہیں کہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں اس کو بیان

کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اس لئے میں نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے، تو علیزئی صاحب کیا امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں وارد تمام روایات جن پر اپنی صحیح میں انہوں نے کوئی جرح نہیں کی ان کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح تسلیم کرتے ہیں اوران کی تصحیح قبول کرتے ہیں ؟۔

نہیں، کیونکہ آپ خود اس کے قائل نہیں مگر یہاں مسلک کا معاملہ تھا اس لئے جھوٹ بول کر ان کی طرف اس کی تصحیح کو منسوب کر دیا کہ امام ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اگر یہ روایت واقعتا صحیح تھی، تو علیزئی صاحب قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی کے سوالات کے جواب میں ایک غیر صریح اور دوسری جو خود ان کے نزدیک حسن تھی وہ روایت پیش نہ کرتے۔علیزئی کا ابن خزیمہ کی اس روایت کو پیش نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے ورنہ وہ اسے ہی پیش کر کے جان چھڑا لیتے۔

ثانیا : ابن خزیمہ کی اس روایت کی سند میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں اور اس روایت کو وہ صیغہ عن کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور امام سفیان ثوری کی غیر صحیحین روایات صیغہ عن سے علیزئی کے نزدیک ضعیف ہوتی ہیں جس پر علیزئی کی ''نور العینین'' وغیرہ کتب گواہ ہیں یہاں مسلکی حمایت کا مسئلہ تھا اس لئے جھوٹ بول کر اسے امام ابن خزیمہ سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی اور جہاں مسلک کے خلاف روایت آئی وہاں سفیان ثوری کے صیغہ عن کی وجہ سے ہی ضعیف و مردود قرار دے دیا ،کیا یہ مسلکی سودا ئیت اور مالیخولیے کی علامت نہیں ؟۔

ثالثا : علیزئی کی تحریر وں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اگر اسے مسلک کی مخالفت میں کسی کتاب کے کسی راوی کے حالات ِتوثیق نہ ملیں تووہ پوری کتاب کو ہی ضعیف و باطل قرار دے دیتا ہے، مگر مسلکی حمایت میں اس نے ''عبادات میں بدعات '' میں ''البدع والنھی

عنھا "جو کہ محمد بن وضاح کی طرف منسوب ہے کے حوالہ سے روایات کو صحیح قرار دیا، جبکہ اس کتاب کو محمد بن وضاح سے روایت کرنے والے "اصبغ بن مالک " کے حالاتِ توثیق ہی نا معلوم ہیں ،کیا یہ باتیں مسلکی سودائیت کا باعث نہیں ؟۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " ۴: "تجھ جیسے نابکار ، جاہل مطلق " (ص٦) " ۔ (الحدیث ،شمارہ :٨٦ صفحہ ٢٩)

اولا : اردو لغت کی مشہورو معروف کتاب "فیروز اللغات ،١٣٣٥" پر "نابکار " کا معنی بیان کیا گیا ہے کہ "نابکار۔[ف۔صف] (١) نکما۔بے فائدہ۔بے کار (٢) بدذات۔نالائق۔شریر۔ بدکار (٣) نازیبا۔خراب۔بے ہودہ "۔

راقم الحروف ایک ایک لفظ کی تشریح کرنے کی بجائے غیر مقلدین کے ہی ایک عالم عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو صاحب کی ایک عبارت نقل کرتا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ میرا یہ لکھنا ان کے اپنے لوگوں کی ہی ترجمانی ہے اور ان کے اپنے ہی علیزئی صاحب کو یہی کچھ سمجھتے ہیں۔ڈاکٹر شفیق الرحمن کی ہی کتاب "نماز نبوی ﷺ " کے متعلق لکھا ہے کہ:

" اکٹر صاحب نے اس ایڈیشن کے ابتدائیہ (مکتبہ التوحید ۴۔بلال سٹریٹ ملتان روڈ لا ہور) میں صحتِ احادیث کے سلسلے میں جن کتب پر اعتماد کیا تھا ان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا تھا۔الحمد للہ اس کتاب کی ترتیب میں کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحیحہ سے مدد لی جائے ۔احادیث کی صحت کے لئے علامہ ناصر الدین البانی۔حفظہ اللہ۔اور محترم عبد الرؤف سندھو خریج الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کی " تحقیق و تخریج صلوۃ الرسول " پر اعتماد کیا گیا ہے ،ملاحظہ ہو۔(ص:٩)۔ مگر جب یہی کتاب دار السلام سے زبیر صاحب کی تخریج سے شائع ہوئی تو اس سے شیخ البانی۔رحمہ اللہ۔کا نام غائب ہو گیا۔ملاحظہ ہو (ص :١٧) ۔

اور یہ کام ڈاکٹر صاحب کا نہیں بلکہ زبیر صاحب کا ہے کیونکہ موصوف نے اس کتاب کے اپنے "مقدمہ التحقیق" میں موضوع نماز سے متعلق جن کتب میں ضعیف روایات پائی جاتی ہیں ان میں سے متعدد کتب کا ذکر کرتے ہوئے شیخ۔رحمہ اللہ۔کی کتاب " صفۃ صلوۃ النبی ﷺ۔" کا ذکر بھی کیا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ امر مستحسن نہیں کیونکہ کچھ اوہام یا اغلاط کی بناء پر کسی عالم یا اس کی کتاب کو غیر معتمد ٹھہرا دیا جائے تو پھر ہمیں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین کو خیر باد کہنا پڑے گا کیونکہ اوہام اور اغلاط سے کوئی بشر بھی مبرا نہیں چنانچہ موصوف کے بھی بڑے عجیب و غریب اوھام اور اغلاط ہیں ان اوھام اور اغلاط کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔۔آگے مثال ذکر کی گئی ہے۔۔۔(احناف کی چند کتب پر ایک نظر مع رسالہ (فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہل حدیث کا مسلک اعتدال از ابو مسعود سلفی کی حقیقت ، حاشیہ صفحہ ۵۔۶،دار الاشاعت اشرفیہ سندھو۔قصور)

سندھو صاحب کے بقول زبیر صاحب نے ڈاکٹر شفیق الرحمن کی کتاب پر بقیہ قبیح اور گھٹیا کاموں کے ساتھ ایک کام ہاتھ کی صفائی کا یہ بھی کیا کہ اس کے لکھے ہوئے الفاظ غائب کر دیئے، اب ہم اور تو کچھ نہیں کہتے صرف یہ ہی کہتے ہیں کہ ایسا کام کرنے والے کو،خائن ، بدذات ، شریر ،بدکار کہنے میں کوئی حرج تو نہیں ہو گا ؟۔

اور جس کا کام اس کے اپنوں کے نزدیک مستحسن نہ ہو اسے نکما ،بے فائدہ ،بے کار کہہ دیا جائے تو اس میں کون سی خرابی واقع ہو جاتی ہے؟ ،جو علیزئی صاحب لال پیلے ہو گئے۔

ثانیا : "جاہل مطلق "۔اردو لغت کی کتاب " فیروز اللغات ،ص۴۴۸ پر"جاہل [ع۔صف] (۱) ان پڑھ ۔ناخواندہ (۲) وحشی ۔اجڈ۔بد اخلاق ۔ بے ادب گستاخ ۔ نادان ۔اناڑی (۴) ناواقف۔بے خبر۔انجان۔اور صفحہ ۱۲۵۹ پر " مطلق [ع۔صف] آزاد۔بے قید (۲) بالکل۔ قطعی جیسے آزاد مطلق۔۔۔"۔

نرم الفاظ کے ساتھ ،ایسے شخص کے لئے جاہل مطلق کا مرکب استعمال کیا جا سکتا ہے جو بالکل نا واقف ہو، راقم الحروف نے زبیر صاحب کو اگر جاہل مطلق لکھا ہے تو اس میں بھی مبالغہ نہیں بلکہ درست لکھا کیوں کہ علیزئی صاحب ادلۂ اربعہ کو دلیل کہتے ہیں جبکہ ان کے بزرگوں کے نزدیک جیسا کہ ذکر ہوا صرف دو ہی دلیلیں ہیں اب دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو علیزئی صاحب اپنے بزرگوں کے اصولوں سے بالکل واقف ہی نہیں کہ ادلۂ اربعہ کو دلیل بنا رہے ہیں یا پھر ایسے بے ادب شتر بے مہار ہیں کہ اپنے بزرگوں کو ہی جھٹلانے کے درپے ہیں۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " ۵: "آپ جناب جیسے جنم جنم کے ڈرپوک گیدڑ " (ص۷) ۔(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶، صفحہ ۲۹)

جواب : علیزئی صاحب ! براہین رضوی کو اگر آپ نے مکمل پڑھا تھا تو آپ کو علم ہو جانا چاہئے تھا کہ اسے لکھنے والا کوئی آپ کا بھیتی ہے اور جاننے والوں سے چھپنا مشکل ہی ہوتا ہے۔

راقم الحروف نے تو واضح لکھا تھا کہ:"جناب کی یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ سر زمین گوجرانوالہ میں جناب اپنی جماعت کے مناظر طالب۔۔۔شاہ کے ساتھ جب اپنی تحقیق ظاہر کرنے تشریف لائے تھے تو یہی شخصیت تھی جس نے جناب کو کہا تھا کہ پیچھے سے مشورہ دینے کی بجائے خود مناظر بن کر سامنے آیئے، مگر اس وقت جناب کو کیا ہوا تھا؟ شاید جناب کو سانپ سونگ گیا تھا ویسے حاضرین تو جناب کے چہرے کی رنگت کے بدل جانے سے ہی جان گئے تھے۔یہ وہی شخصیت تھی جن کے سوالوں کے جوابات نہ بن پڑنے پر جنابِ من اور جناب کی جماعت کے مناظر مع معاونین، اس شخصیت کے نماز پڑھنے کے دوران۔۔۔

دُم دبا کر بھاگ گئے تھے۔اگر یادداشت ساتھ نہ دے تو آج بھی مناظرۂ وسیلہ کے کیسٹ منگوا کر یاد داشت کو تازہ کر لیجئے۔(براہین رضوی ،ص ۲۸۔۲۹)

جناب! ہمیں علم ہے آپ نے گوجرانوالہ میں شیخ سرور صاحب اور ان کے پسر کی وجہ سے مسئلہ وسیلہ پر ہونے والے مناظرہ میں کیا کردار ادا کیا تھا،وہاں تو جناب کی سٹی گم ہوئی تھی، دن کو تارے نظر آگئے تھے اور ساری علمیت دھری کی دھری رہ گئی تھی،اور گوجرانوالہ سے ایسے غائب ہوئے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔پس جب جنابِ محدثِ نجدیاں نے انہی کو جن کے سامنے رکنے کی جناب من بلکہ دو من ہمت نہ کر سکے، بزدلی کا طعنہ دیا اور مردِ میدان بننے کا مشورہ دیا تو اس کے علاوہ کیا کہا جاتا ؟یہ صفت گیڈر میں بھی پائی جاتی ہے کہ جب تنہا ہو یا اپنے ٹھکانے پر ہو تو بہت بہادروں جیسی حرکتیں کرتا ہے اور جب کبھی کسی بہادر سے پالا پڑے مرد میدان بننے کی بجائے حضرو میں بیٹھ کر بڑھکیں مارتا اور شیخیاں بگھیرتا نظر آتا ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " ٦: "اے کذاب و مفتری ! " (۹)۔

(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹)

اس کا جواب ہو چکا۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : " ۷:"اے مختل الحواس ! "(ص۷) وغیر ذلک۔

(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۲۹)

''فیروز اللغات ،ص ۱۲۱۶" پر ہے کہ :"مختل الحواس [ع۔صف] حواس باختہ۔مخبوط الحواس۔وہ شخص جس کے اوسان میں فتور آ گیا ہو۔فاتر العقل "۔

زیادہ تفصیل کی بجائے صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو میدان سے راہ فرار اختیار کر چکا ہو پھر بھی شہسوارِ میدانِ مناظرہ ہونے کے خواب دیکھے تو اسے مختل الحواس نہیں کہا جائے گا تو کیا کہا جائے گا ؟۔

علیزئی کے مخبوط الحواس ہونے کی ایک واضح مثال سوال نمبر دو کے تحت ذکر ہو گی، ان شاء اللہ۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ :"نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں : ((واذا خاصم فجر۔))اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے ۔(صحیح بخاری :۳۴، غلام رسول سعیدی کی نعمۃ الباری ۱/۲۳۵) ۔
(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ ،صفحہ ۲۹)

جواب : راقم الحروف نے جتنے الفاظ و مرکب علیزئی کے بارے میں لکھے تھے ان کے بالتفصیل جوابات ذکر کر دیئے گئے ہیں جن میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس میں حد سے تجاوز کیا گیا ہو، بلکہ سب الفاظ و مرکبات ایسے ہیں جن کے علیزئی صاحب بدرجہ اتم حق دار اور تمغہ یافتہ ہیں ، جیسا کہ دلائل کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، پس یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علیزئی کا راقم الحروف کے بارے میں یہ کہنا خود کذب و افتراء ہے، جو ایک منافق کی پکی نشانی ہے جیسا کہ آگے علیزئی نے خود ہی بیان کیا ہے، پس جو الزام علیزئی راقم الحروف کے سر تھوپنا چاہتا تھا وہ خود اسی کے سر پر فٹ آگیا اور اپنی ہی بیان کردہ دلیل کے تحت علیزئی منافق قرار پایا۔

راقم الحروف نے براہین رضوی میں یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نہ تو اپنا دعوی ہے اور نہ ہی آپ کا اپنا نظریہ بلکہ آپ نے تو کتب احادیث و تفاسیر میں

موجود ایک روایت کا ذکر کیا ہے، جبکہ علیزئی نے لکھا ہے کہ : "احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعوی ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کا حکم نہیں مانا تو اللہ تعالی نے اسے بانجھ کر دیا۔۔۔
(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۳۰)

پس علیزئی کا یہ لکھنا صریح جھوٹ و افتراء ہے۔

الحمد للہ! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مادۂ معصیت و اطاعت کے ذکر میں جو بات بیان فرمائی ہم نے اس کو کتب تفاسیر واحادیث و سیر وغیرہم سے با حوالہ نقل کر کے یہ ثابت کر کیا کہ نہ تو یہ جھوٹ ہے اور نہ ہی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادی بات۔

مگر علیزئی کے استاد محترم بدیع الدین راشدی صاحب جس کو اپنی جماعت کی دعوۃ کا امام تسلیم کرتے اور لکھتے ہیں اُس محمد بن عبد الوہاب نجدی نے واضح طور پر نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے ،ملاحظہ ہو : محمد بن عبد الوہاب نجدی نے ایک کتاب بنام "کتاب التوحید" لکھی اور اس کے باب "ما جاء فی الذبح لغیر اللہ" میں چڑھاوا چڑھانے کی مذمت میں ایک روایت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے طارق بن شہاب کی روایت سے نقل کی اور اس کو مرفوع بیان کیا، یعنی طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص صرف مکھی کی وجہ سے جنت میں جا پہنچا اور ایک جہنم میں چلا گیا۔۔۔الخ۔

(دیکھئے کتاب التوحید ،مترجم ،ص۱۰۴۔ تا۱۰۷، ترجمہ : عطاء اللہ ثاقب غیر مقلد ،وہابی، لا مذہب)

اس محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں زئی کے استاد محترم بدیع الدین راشدی صاحب لکھتے ہیں کہ : "شیخ الاسلام والمسلمین ، علم العلماء المجاہدین ،

امام دعوة السلفية ...محمد بن عبد الوهاب ...(مقدمہ هداية المستفيد ص ۷۹)

یاد رہے کہ یہی روایت پاکستانی وہابیوں کے شیخ الحدیث یحییٰ گوندلوی نے اپنی کتاب بنام " عقیدہ مسلم " کے صفحہ ۱۵۶،۱۵۵ پر بھی نقل کی ہے۔

پس راشدی صاحب کے الفاظ سے واضح ہوا کہ پاکستانی و ہندستانی وہابی، نام نہاد اہلحدیث، جس سلفی منہج کی بات کرتے ہیں اس کا امام اسی محمد بن عبد الوہاب نجدی کو سمجھتے ہیں۔

اب ان کا امام مذکورہ بالا روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہے جو کہ صریح ترین جھوٹ ہے، اگر علیزئی اور اس کے ہمنوا نام نہاداہل حدیثوں ،سلفیوں ، وہابیوں ، نجدیوں میں ہمت ہے تو اس کا فرمان رسول اللہ ﷺ ہونا ثابت کریں، نہیں تو تسلیم کریں کہ جس دعوت کے وہ مدعی ہیں اس میں ان کا امام جھوٹا ہے اور جس دعوت کے مدعیوں کا امام ایسا ہے ان کا اپنا حال کیا ہو گا؟۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ:

"چشتی کے لقب سے ملقب رضاخانی لا مذہب نے سابقہ اکاذیب و افتراء ات کی طرح مزید کذب و افتراء اور بہتان سے بھی کام لیا ہے مثلا : ۱: "اے مفرور گوجرانوالہ !" (۳) ۔ ۲: "موقوف تو جناب کے ہاں قابل حجت ہی نہیں۔" (۳۴) ۔اور منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۳۰) ۔

جواب : اولا : علیزئی کا یہ کہنا کہ" سابقہ اکاذیب و افتراء ات کی طرح " یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے، اس کی حقیقت تو قارئین کو پچھلے اوراق میں بیان کردہ حقائق سے ہو گئی ہو گی اور یہ بھی علم ہو گیا ہو گا کہ اپنے اس قول کے مطابق علیزئی منافق قرار پا چکا۔

ثانیا : علیزئی کا لکھنا کہ " مزید کذب و افتراء اور بہتان سے بھی کام لیا ہے مثلا ۔ : ا: "اے مفرور گوجرانوالہ۔" علیزئی کا خیال یہ ہے کہ راقم الحروف کا اسے گوجرانوالہ کا مفرور قرار دینا کذب و افتراء اور بہتان ہے۔

علیزئی صاحب ! میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ یہ الفاظ لکھتے وقت تمہارے ضمیر نے تمہیں ضرور جھنجوڑا ہو گا کہ اے منافق ! یہ الفاظ نہ لکھ۔اور مناظرہ وسیلہ سے فرار ہونے کا منظر بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے آ گیا ہو گا، مگر تیرے قلم نے کہہ دیا ہو گا کہ علیزئی !کوئی بات نہیں، لکھ دے، تو چل ہی اس راہ پر رہا ہے، تیرا کا کام ہی یہی ہے کہ غیر مقلدوں ،نام نہاد سلفیوں ،نجدیوں ،وہابیوں کے بد نما ، گستاخیوں سے داغ دار چہرہ کو چودھویں کا چاند کہے۔

علیزئی صاحب! راقم الحروف نے تو براہین رضوی میں یہ الفاظ لکھنے سے پہلے لکھا تھا کہ :
" اے نومولود مُفتری !محمد عباس رضوی صاحب کوئی مجہول شخص نہیں بلکہ اہل سنت کے ایک مشہورو معروف عالم دین ہیں [براہین رضوی میں عبارت یوں تھی "بلکہ ایک معروف و مشہور اہل سنت عالم دین ہیں "] ، جن کے سامنے سے تواور تیرا مناظر طالب۔۔۔یوں غائب ہوئے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔(ص۳)اور اس کے بعد لکھا تھا کہ :
" اے مختل الحواس! کیا گوجرانوالہ کی سر زمین سے دُم دبا کر اپنی ننھی سی جان بچانا بھُول گئے کہ اب مردِ میدان بننے کی باتیں جناب کو یاد آ گئیں ؟۔(ص۷)

اگر ابھی تک تمہیں یاد نہ آیا ہو اور تیری یادداشت ختم ہو چکی ہو تو اپنے مناظر سے پوچھنا اور وہ بھی نہ بتائے یا اس کے بتانے سے بھی تجھے یاد نہ آئے تو "ادارہ رضائے مصطفی ،چوک دار السلام گوجرانوالہ " سے آڈیو کیسٹ منگوا کر یاد داشت کو تازہ کر لینا اگر پھر بھی

کوئی شک رہ جائے تو اس مناظرے میں مقرر منصف پیر جی مشتاق شاہ دیوبندی سے معلوم کرنا تمہارے سب ہوش ٹھکانے آ جائیں گے ، ان شاء اللہ العزیز۔

ثالثا : "موقوفات کا حجت ہونا "اس بارے میں ایک حوالہ تو پیچھے ذکر ہو چکا اور اپنے امام العصر جونا گڑھی کے دوسرے اقوال بھی جناب پڑھ چکے، لیجئے! خاص موقوف روایت کے بارے میں بھی ان کا قول پڑھئے، لکھا ہے کہ:

"یاد رکھو اگر یہ روایت ثابت بھی ہو جائے جب بھی حجت نہیں کیونکہ موقوف ہے "۔

(محمدیات حصہ اول ،درود محمدی ،صفحہ ۶۵ مکتبہ محمدیہ چکR ۔109/7چیچہ وطنی ، ساہیوال)

مزید پڑھو ! جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے سابقہ شیخ الحدیث ،مفتیٔ اعظم، شیخ الکل فی الکل ابو البرکات احمد نے لکھا کہ :" یوں بھی صحابی کا عمل ہے بہرحال اس سے استدلال نہیں ہو سکتا "۔

(فتاوی برکاتیہ ،ص۴۴،مولف وناشر :محمد یحییٰ طاہر)

ایک ایک کا حوالہ ذکر کرنے کی بجائے ہم جناب کے امام المناظرین اور سرداراہلحدیث سے جناب کے کئی بزرگوں کے حوالے یک بارگی نقل کر دیتے ہیں، پڑھئے !اور بتایئے یہ آپ کے ہیں یا نہیں ؟ کیا یہ وہابیوں کے بزرگ ہیں یا کہ نہیں ؟ کیا یہ تم جیسے لامذہبوں کے اکابر ہیں یا نہیں ؟

آپ کے ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا کہ:

"میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا ، رسول کے کلام کو سند اور حجت شرعیہ مانتا ہوں۔ان کے سوا کسی ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا۔۔۔میں

نے اہل حدیث کا مذہب یہی سمجھا ہوا ہے میں اپنے اس دعوے پر چند اکابر علماء اہل حدیث کو بطور گواہ پیش کرتا ہوں:

پہلا گواہ: پہلے گواہ چوتھی صدی ہجری کے محدث حافظ ابن حزم ہیں (جس کو جناب کی داؤدی پارٹی نے اپنا امام تسلیم کیا ہے) جنہوں نے حجج اسلامیہ کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے: دين الاسلام اللازم لكل احد لا يؤخذ الا من القرآن أو مما صح عن رسول الله ﷺ اما برواية جميع علماء الامة عنه عليه الصلوة والسلام وهو الاجماع واما بنقل جماعة عنه عليه الصلوة والسلام وهو نقل الكافة ـ واما برواية الثقات واحدا عن واحد حتى يبلغ اليه عليه الصلوة والسلام ولا مزيد ـ (المحلی جلد اول ص ٥٠)

[المحلى بالآثار ١/ ٧٢ دار الكتب العلمية بيروت لبنان ،الطبعة الثالثة: ١٤٢٤ھ] ـ

ترجمہ: دین اسلام سوائے قرآن حدیث کے کسی اور چیز سے ماخوذ نہیں نہ صرف اجماع سے نہ محض قیاس سے۔

دوسرے گواہ: وہ بزرگ ہیں جن کی توثیق بالفاظ مولانا محمد حسین بٹالوی اور حافظ عبد اللہ روپڑی کتاب ہذا (مظالم روپڑی) ص۲۱۔۲۲ پر گزر چکی ہے یعنی قاضی شوکانی مرحوم۔

تیسرے گواہ: مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی ہیں جنہوں نے قاضی شوکانی (اسے بھی آپ کی داؤدی پارٹی نے اپنا بزرگ تسلیم کیا ہے) کا قول نقل کر کے ان کے ساتھ توافق ظاہر کیا ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں: محمد بن علی الشوکانی الیمانی نے حجت نہ ہونا قول صحابی کا جمہور علماء کی طرف نسبت کیا ہے اور قائلین حجیت قول صحابی کے جواب میں کہا ہے کہ اگرچہ صحابہ کی بزرگی و فضیلت علم و دین میں مسلم ہے ولیکن اس سے ان کے اتباع کا وجود لازم نہیں آتا۔اور نہ خدا نے کہیں اس بات کا اذن دیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم

جس سے قائلین حجیت تمسک کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔اس کے بعد کہا ہے :فاعرف هذا و احرص علیہ فان الله لم یجعل الیک والی سائر هذه الامۃ رسولا الا محمدا ﷺ ولم یامرک باتباع غیره ولا شرع لک علی لسان سواه من امتہ حرفا واحدا ولا جعل لک شیئا من الحجۃ علیک فی قول غیره کائنا من کان انتہی کلام الشوکانی علی ما نقلہ عنہ فی هدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ۔

راقم کہتا ہے کہ جو امام شوکانی نے دلیل عدم حجیت اقوال صحابہ بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بجز آنحضرت ﷺ کے کسی کا اتباع کسی پر لازم نہیں کیا۔کتاب و سنت و اجماع امت اس پر شاہد ہے تفصیل اس اجمال کی مبحث تقلید میں کی جاویگی۔اس مقام میں قول امام مالک کا اس کی تائید میں ذکر کیا جاتا ہے۔آپ فرمایا کرتے کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام میں ماخوذ نہ ہو اور وہ اس کی طرف پھیری نہ جاوے بجز صاحب اس روضہ مبارک کے کہ آنحضرت ﷺ ہیں۔چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانی نے میزان کبری میں ان سے نقل کیا ہے وکان یقول ما من احد الا وماخوذ من کلامہ و مردود علیہ هو الا صاحب هذه الروضۃ یعنی بہ رسول الله ﷺ۔اور جو امام شوکانی نے کہا ہے کہ حدیث اصحابی کاالنجوم بابہم اقتدیتم اہتدیتم ضعیف ہے اس کی تائید میں بہت سے اقوال علماء کبار کے موجود ہیں۔(ضمیمہ یکم جنوری ۱۸۷۸ئ صفحہ ۳ کالم نمبر ۲۔۳)۔

ناظرین کرام ! کیسی صاف تصریح ہے کہ اہلحدیث کے مذہب میں خدا ورسول کے کلام کے سوا کسی کے قول و فعل کو حجت شرعیہ کی حیثیت سے جگہ نہیں ہے

چوتھے گواہ : وہ بزرگ ہیں جن کو میں سلسلہ محدثین کی آخری کڑی کے نام سے موسوم کر آیا ہوں یعنی شمس العلماء حضرت میاں صاحب دہلویؒ جو آج کل کے جملہ علمائے اہل حدیث ہند کے بالواسطہ یا بلا واسطہ استاد الحدیث ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں : ''افعال

الصحابہ رضی اللہ عنھم لا تنتھض للاحتجاج بھا '(فتاوی نذیریہ جلد اول ص ۱۹۶) یعنی صحابہ کے افعال سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہو سکتی۔

(مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری ، ص ۵۶ تا ۵۸) [نوٹ : الفاظ انہی کے ہیں]

اولا : ثناء اللہ امرتسری کو وہابی لا مذہب اپنی جماعت کا سردار ،حجۃ الاسلام والمسلمین ، اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑاوکیل سمجھتے اور مانتے ہیں، اس کے بقول اہلحدیث(وہابی لا مذہبوں، غیر مقلدوں) کا مذہب یہی ہے کہ قرآن واحادیث کے علاوہ کچھ بھی حجت ِشرعیہ نہیں ہے، مگر علیزئی نے وہابیوں میں جنم لے کر نہ صرف وہابی بزرگوں کی تکذیب کر دی، بلکہ ان کے قائم کردہ اُصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ادلہٗ اربعہ کو دلائل ِشرعیہ تسلیم کر لیا،جس سے ان وہابی بزرگوں کا یا علیزئی کا جاہل ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔

ثانیا : علیزئی کہتا ہے کہ ادلہٗ اربعہ شرعی دلائل ہیں جبکہ اس کے بزرگ اور اکابر کہتے ہیں کہ کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ کے علاوہ کچھ بھی حجت نہیں، اب یا تو علیزئی کذاب ہے یا اس کے بزرگ واکابرین جنہوں نے دلائل ِشرعیہ کو صرف قرآن و حدیث میں مقید کر کے باقی دو کا انکار کر دیا ، فیصلہ علیزئی یا دوسرے وہابی کریں کہ کون کذاب ہے ؟

ثالثا : علیزئی نے جس طرح نواب صدیق الحسن بھوپالوی ،نور الحسن اور وحید الزمان سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

''تنبیہ : اہل حدیث کے خلاف وحید الزمان ، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا غلط ہے ، کیونکہ ہم ان کے حوالوں سے بری ہیں۔۔۔(الحدیث ، شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۳۴)

پس اسی طرح یا تو برصغیر پاک و ہند کے تمام نام نہاد اہل حدیثوں (وہابیوں ،لا مذہبوں،غیر مقلدوں) سے برأت کا اظہار کر کے اپنے آپ کو ان سے جدا کرنے کا اعلان کرے ، نہیں

تو تسلیم کرے کہ راقم الحروف کا یہ لکھنا جھوٹ نہیں بلکہ علیزئی کا اس کو جھوٹ کہنا ہی جھوٹ ہے ،اور علیزئی کا راقم الحروف کی اس بات کو جھوٹ قرار دینا اور اسے منافق کی نشانی سے تعبیر کرنا ، پس اس مسئلہ میں علیزئی کا منافق ہونا نہ صرف ثابت بلکہ اس کے اپنے بزرگوں کی تحریروں سے کنفرم ہو گیا۔

رابعاً: اگر باوجود اس کے کہ وہ دو کو دلائل و حجت شرعیہ سمجھتے رہے اور یہ چار کو دلائل وحجت شرعیہ سمجھتا ہے درست ہے، تو پھر راقم کا یہ لکھنا کہ "آدھا تیتر اور آدھا بٹیر" نہ صرف درست ہے بلکہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نام نہاد اہلحدیثوں کی ذریت میں دوغلا پن پایا جاتا ہے اور دوغلا پن منافقت کی علامت ہے۔

خامساً: محمد حسین بٹالوی وہابی لا مذہب کے حوالہ سے علیزئی کا یہ نقل کرنا کہ:

"اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے"۔(تاریخ اہلحدیث ج۱ ص ۱۵۱) ۔(دیکھئے الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۴۰) ۔

یہ بعد میں جنم لینے والے لا مذہبوں کی اپنی کارستانی ہے کیونکہ انہی کے ابو الوفا کے بقول محمد حسین بٹالوی نے شوکانی کی موافقت میں قول صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے حجت ودلیل ہونے کا رد کیا ہے، پس جب اس کے نزدیک قول و فعل صحابہ حجت و دلیل نہیں تو اس کا آثار سلفیہ کو دستور العمل والاستدلال بنانے سے مراد کون سے اسلاف ہیں۔جن کے اسلاف صحابہ نہیں، وہ بتائیں کیا ان کے اسلاف خارجی ذو الخویصرہ تمیمی کا ٹولہ ہی ہے؟ ہم ذکر کریں گے تو شکایت ہو گی۔

سادساً: پھر علیزئی کا اسی بٹالوی کے حوالہ سے لکھنا کہ:"اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو ، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابرار و محدثین اخیار ہیں"

(تاریخ اہل حدیث ج ا ص ۱۵۷)(دیکھئے الحدیث ،شمارہ نمبر۸۶ صفحہ ۴۰)۔
اہلِ عقل ودانش کے لئے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہا ہو گا کہ ایک طرف تو یہ واویلا ہے کہ قرآن اور حدیث، یعنی کلام اللہ اور کلام رسول کے علاوہ کسی کے قول و فعل کو حجت شرعیہ کی حیثیت حاصل نہیں ہے ،اور دوسری طرف بقول علیزئی صاحب ،بٹالوی صاحب نے آثار صحابہ وتابعین و محدثین کو بھی معیار دین قرار دیا ،یہ دوغلی پالیسی کے سوا کیا ہے ؟
اگر یہ بات درست نہیں تو لا مذہبوں کے ابو الوفا صاحب نے محمد حسین بٹالوی پر جھوٹ بولا جس کی وجہ سے وہ جھوٹے قرار پائے یا بعد والے لا مذہب جنہوں نے بٹالوی کے حوالہ سے آثار کو معیار ثانی قرار دیا وہ جھوٹے ثابت ہوئے، اب فیصلہ علیزئی اور اس کے ہمنوا کریں۔
سابعاً: پس یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ راقم الحروف کا یہ لکھنا کہ لا مذہبوں ،وہابیوں ، غیر مقلدوں ،نام نہاد اہلحدیثوں کے نزدیک موقوفات حجت نہیں ہیں، بالکل درست اور سچ ہے، مگر علیزئی کا اس کو جھوٹ کہنا ہی جھوٹ ہے اور یہ منافقت کی نشانی ہونے کی وجہ سے علیزئی کے منافق ہونے کی دلیل ہے۔
ثامناً: اگر علیزئی اس پر بضد ہو کہ میں نے چار (۴) کا ذکر کیا ہے، لہذا میرے نزدیک ادلۂ اربعہ دلائل و حجت ِشرعیہ ہیں، تو علیزئی اس بات کا کھلم کھلا اعلان کرے کہ جن کے حوالاجات ذکر ہوئے اور اکثریت وہ جو صرف دو کی آواز نکالتے تھے اور ہیں وہ اہلحدیث،غیر مقلد ،وہابی نہیں،ہیں ، اور اپنی کتب اور تقاریر میں جو وہ دوسرے دو (۲) دلائل کا رد کرتے رہے ہیں اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے صرف اور صرف دو ہی

کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں ہیں ان کا یہ عمل یا تو جہالت پر مبنی تھا یا پھر وہ اہل اسلام کو دھوکہ دیتے رہے ہیں۔

تاسعًا: راقم الحروف نے پچھلے اوراق میں لکھاہے کہ: "اگر زبیری ہنڈیا کی نجدی کڑھی کا اُبال نہ تھما تو انشاء اللہ العزیز ایک ایک کر کے ان لا مذہبوں کے اس بارے میں اتنے حوالے ذکر کروں گا کہ علیزئی کو دنیائے نجد میں اپنا ہمنوا کوئی نظر نہیں آئے گا اور عوام و خواص کو بھی علم ہو جائے گا کہ علیزئی ایسے مسلک و نظریات کا مدعی ہے جس کا دنیائے نجد میں نام نہاد اہلحدیثوں، غیر مقلدوں میں وجود ہی نہیں تھا جو اس کے مسلک و نظریات کے دُم بریدہ اور بے بال و پر ہونے کی واضح دلیل ہو گی ،انشاء اللہ۔

اس بارے میں یہاں پر ایک اشارہ کرتا چلو ں کہ علیزئی نے بدیع الدین راشدی کو اپنا استاد محترم تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو: جزء رفع الیدین کا مقدمہ صفحہ ۱۶ وغیرہ اور یہی بدیع الدین راشدی صاحب لکھتے ہیں کہ: "شیخ الکل، امام المتقین، سید المحدثین، تاج الفقہاء علم العلماء، جامع العلوم النقلیہ والعقلیہ ناصر السنۃ النبویہ، عمدۃ العاملین، زبدۃ الکاملین، حجۃ اللہ علی الخلق، مجدد القرن،الامام المحدث الفقیہ الاصولی الشیخ شیخنا السید نذیر حسین بن جواد بن علی بن نعمۃ اللہ الحسینی الدہلوی الملقب بہ میاں صاحب المتوفی ۱۳۲۰ھ، نصف صدی سے اوپر خدمت کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت سب اہل توحید کا سلسلہ تلمذ آپ سے جا ملتا ہے۔

(ھدایۃ المستفید، الجزء الأول، مقدمہ،ص ۱۰۰، مکتب الدعوۃ الاسلامیۃ پاکستان)

علیزئی کے استاد بدیع الدین راشدی کے بقول میاں نذید حسین دہلوی کے آخری دور میں حالت یہ ہو چکی تھی کہ کوئی بھی وہابی، غیر مقلد،لا مذہب ایسا نہیں بچتا جس کا سلسلۂ تلمذ میاں نذیر حسین سے نہ ملتا ہو،یعنی اس دور میں کوئی وہابی مولوی ایسا نہیں جو ان کا شاگرد نہ ہو، تو لا محالہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس دور میں اور آگے کے تمام ادوار میں بدیع الدین

راشدی کے بقول اہل توحید وہابیوں ، غیر مقلد وں،لامذہبوں کا امام و شیخ صرف اور صرف میاں نذیر حسین دہلوی قرار پائے گا اور اس نجدی امام کا اس بارے میں موٗقف اوپر انہی کے ابو الوفا کے بقول ذکر ہو چکا۔

پس علیزئی جس مسلک کا مدعی ہے میاں نذیر حسین دہلوی اس کے امام ہیں اور اس مسلک کے نزدیک افعال و اقوالِ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہوتی، اب علیزئی کے نظریات کے لحاظ سے علیزئی کا مسلک و نظریہ اس دور میں دُم بریدہ وبے بال وپر ثابت ہو چکا، لہذا علیزئی ایسا شخص بنا جو ایک ایسے نظریہ و مسلک کا مدعی ہے جس کا ایک زمانہ میں برصغیر پاک وہند میں وجود ہی نہیں تھا، حالانکہ بقول عبد الرشید عراقی وہابی(دیکھئے :مقدمہ :عقیدہ مسلم) اسلام برصغیر پاک وہند میں پہلی صدی ہجری سے ہی موجود ہے اور پہلی صدی سے لے کر آج تک اسلام اور اہل اسلام برصغیر پاک و ہند میں مسلسل موجود ہیں ،مگر علیزئی کا مسلک و مذہب ایسا ہے جو تیرویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند میں موجود ہی نہیں ،لہذا واضح ہو گیا کہ اسلام اور مسلمان تو تھے مگر جس مذہب و مسلک کی ترجمانی علیزئی کر رہا ہے وہ موجود نہ تھا۔

پس علیزئی کا مذہب و مسلک نہ صرف نومولود قرار پایا بلکہ ایسا مذہب و مسلک ثابت ہوا جو کم از کم اسلام تو نہیں اور اس کے ماننے والے مسلمان نہیں، کیونکہ اسلام اور مسلمان تو پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک برصغیر میں موجود ہیں۔یہ گفتگو تو جملہ معترضہ کے لحاظ سے درمیان میں آگئی، علیزئی کوشش جاری رکھے انشاء اللہ ہم بہت کچھ ثابت کر دیں گے۔

☆اس کے بعد علیزئی نے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی ”جاء الحق “ کے دوسرے باب سے ایک عبارت نقل کی جس میں انہوں نے لکھاہے کہ : ” عقائد میں کسی کی تقلید

جائز نہیں " اور اس کو لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت بھی غیر مقلد ہیں اس لئے وہ بھی لا مذہب ہیں۔اس کا جواب راقم نے پچھلے اوراق میں دے دیا ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ علیزئی کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کیونکہ راقم نے ان کو لا مذہب اس لئے لکھا کہ ان کا کوئی اُصول نہیں ،ایک کچھ بیان کرتا ہے اور دوسرا اس کے خلاف لکھ دیتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جس بات کی ضرورت ہو اس کے مطابق تحریر کو دلیل کے طور پر بیان کیا جا سکے۔

لیجئے ! اس کا ثبوت بھی حاضر ہے کہ لامذہبوں ،وہابیوں کی یہ تحریک حالات و مکان کے ساتھ اپنا طریقہ ٔاستدلال بدلتی رہتی ہے۔

محمد اسحاق بھٹی نے ”تحریک اہلحدیث ،افکار وخدمات “کتاب پر حرفے چند لکھتے ہوئے لکھاہے کہ :” اس طرح تحریک اہل حدیث مختلف اوقات و ادوار میں مختلف کارنامے سر انجام دیتی رہی ہے جہاں اس کے بحث و استدلال کے دائرے حالات و ظروف کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہے ہیں۔(تحریک اہلحدیث افکار و خدمات ،ص ۹ ، ناشر مرکزی جمیعۃ اہلحدیث پاکستان)

پس ثابت ہوا کہ یہ لا مذہب جتنا چاہے واویلا کرتا رہے حقیقت یہی ہے کہ یہ لوگ حالات اور مکان کے بدلنے سے اپنا طریقہ ٔبحث و استدلال بھی بدل لیتے ہیں ،گویا کہ یہ گروہ ایسا لا مذہب ہے کہ جس کا کوئی ایک اُصول نہیں۔راقم الحروف نے تو ان وجوہات کی وجہ سے اس گروہ کے لئے لا مذہب کا مرکب استعمال کیا تھا ، ساون کے اندھے کو ہراہی ہراسوجھتا ہے۔

قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی نے جو سوالات کئے تھے میرے خیال میں اس میں ایک یہ راز بھی تھا کہ لوگوں کواس کا علم ہو سکے کہ یہ لا مذہب دوسروں سے ایسے مطالبے کرتے ہیں جن کے مطابق ان کے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

☆اس کے بعد علیزئی نے اپنے گیارہ سوالات کا ذکر کیا جن کے متعلق پچھلے اوراق میں ذکر ہو چکا، اس کے بعد علیزئی نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان تراشی کرتے ہوئے شمالی ہوا کے حکم نہ ماننے کو آپ کا دعوی لکھا جو کہ اتنا بڑا جھوٹ ہے جس کی مثال بیان کرنا مشکل ہے، کیونکہ علیزئی بزعم خود ایک عالم ہے مگر یہ بھی نہیں جانتا کہ کسی کی بات کو اس کا دعوی قرار دینے کے لئے کیسے الفاظ سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

علیزئی صاحب !ہمارا آپ کو مشورہ ہے کہ پہلے کچھ دن کسی اہلِ علم کے پاس بیٹھ کر بنیادی علوم حاصل کریں، ورنہ جناب کی تحریرات سے جناب کی جگ ہنسائی ہی ہوتی رہے گی۔

]قول علیزئی [علیزئی نے لکھاہے کہ : ” رضا خانی دشنام طراز نے اپنے گالی نامے میں اس کی کوئی دلیل قرآن ، حدیث یا اجماع سے پیش نہیں کی ، بلکہ چند تابعین کے اقوال اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک موقوف روایت دو سندوں سے پیش کی ہے:

ا : ایک سند میں امام حفص بن غیاث ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے (دیکھئے طبقات ابن سعد ٦/٣٩٠ ، کتاب العلل و معرفۃ الرجال ٢/١٨٥، فقرہ :١٩٤١)۔(الحدیث ،شمارہ نمبر ٨٦ صفحہ ٣٠)

اولاً : علیزئی نے راقم الحروف کو جو دشنام طراز اور براہینِ رضوی کو گالی نامہ لکھاہے اس کی حقیقت تو پچھلے اوراق میں واضح ہو گئی ہے، مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ جب کوئی لا

مذہبوں کے پول کھولتا ہے تو بوکھلاہٹ میں یہ اس کو دشنام طراز اوراس کی تحریر کو گالی نامہ کہنے لگتے ہیں ،لہٰذا مختل الحواس کی بدحواسی پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔

ثانیاً :حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حفص بن غیاث کو" طبقات المدلسین ، ص ۲۰" میں پہلے مرتبہ میں ذکر کیا ہے اور پہلے مرتبہ کے بارے میں لکھا کہ : ''الأولی : من لم یوصف بذلک الا نادرا کیحیی بن سعید الأنصاری ''(طبقات المدلسین ، ص۱۳) ۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک بلکہ علیزئی کے چودھویں پندرھویں صدی کے سلف البانی تک نے حفص بن غیاث کی صیغہ عن سے روایات کو صحیح شمار کیا ہے، جس کی دلیل ان آئمہ و علماء کی کتب ہیں مثلا :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات کو مندرجہ ذیل مقامات پر لائے ہیں:

۱'' (جزء ۲،صفحہ ۲۰ ،کتاب العیدین ،باب: التکبیر أیام منی واذا غدا الی عرفۃ ، حدیث ۹۷۱")۔

۲ (جزء ۵ص ۱۳۶ ،کتاب المغازی ،باب : غزوۃ خیبر ،حدیث ۴۲۲۷''،دار طوق النجاۃ) ۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں مندرجہ ذیل مقامات پر حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱ (صفحہ ۹۰ ،کتاب الایمان ،باب : تسمیۃ العبد الآبق کافرا ، حدیث ۲۲۶'')۔

۲ (صفحہ ۱۳۰،کتاب الایمان ،باب : في قولہ تعالی {ولقد رء اہ نزلۃ أخری } ،حدیث ۴۳۲''۔

۳ (صفحہ۱۳۰،کتاب الایمان ،باب : في قولہ تعالی {ولقد رء اہ نزلۃ أخری } ،حدیث۴۳۵"وغیرہم ۔دار المعرفۃ ،بیروت ،لبنان)۔

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں مندرجہ ذیل مقامات پر حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱ (صفحہ ۴۰ ،کتاب الطھارۃ ،باب :الوضوء لمن أراد أن یعود ، حدیث ۲۲۰")۔

۲ (صفحہ ۱۷۷ ، کتاب الصلاۃ ،باب :اذا دخل الرجل والامام یخطب ، حدیث ۱۱۱۶")۔

۳ (صفحہ ۱۹۳ ، کتاب الصلاۃ ، باب :متی یتم المسافر ؟ ،حدیث ۱۲۳۰ " ، وغیرہم ۔دار ابن حزم بیروت ، لبنان) ۔

[نوٹ : البانی نے ان تینوں روایات کو صحیح قرار دیا ہے]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع [سنن]میں حفص بن غیاث کی صیغہ عن سے روایات مندرجہ ذیل مقامات پر لی ہیں ،ملاحظہ فرمائیں:

۱ (صفحہ ۲۵ ، کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ ، باب : ما جاء فی کراھیۃ ما یستنجی بہ ، حدیث ۱۸")۔

۲ (صفحہ ۲۴ ،کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ ، باب : ما جاء فی الجنب اذا اراد ان یعود توضأ ، حدیث ۱۴۱")۔

۳ (صفحہ ۱۰۷ ، کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ ، باب : ما جاء این یضع الرجل وجھہ اذا سجد ؟ ،حدیث ۲۷۱"،وغیرہم ۔ دار ابن حزم ،بیروت ،لبنان) ۔

[نوٹ : البانی نے ان تینوں روایات کو صحیح قرار دیا ہے]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات مندرجہ ذیل مقامات پر لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ا (صفحہ ۲٦ ،كتاب الطهارة ، باب : المسح على الخفين ، حديث ۱۱۸")۔

۲ (صفحہ ۸۱ ،كتاب المواقيت ، باب : الابراد بالظهر اذا اشتد الحر ، حديث ۵۰۳")۔

۳ (صفحہ ۱۰۱ ، كتاب الأذان ، باب هل يؤذنان جميعا أو فرادى ، حديث ۶۴۱"،وغیرہم ۔ دار ابن حزم ،بيروت ، لبنان)۔

[نوٹ : البانی نے ان تینوں روایات کو صحیح قرار دیا ہے]

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات مندرجہ ذیل مقامات پر لی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

ا (صفحہ ۸۷،أبواب التيمم ، باب : في الغسل من الجنابة ، حديث ۵۷۷")۔

۲ (صفحہ ۱۰۸ ،كتاب الأذان والسنة فيها ، باب السنة في الأذان ، حديث ۷۱۴")۔

۳ (صفحہ ۱۶۳،كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ، باب : ما جاء فيمن دخل المسجد والامام يخطب ، حديث ۱۱۱۴،وغیرہم ۔دار ابن حزم، بيروت ،لبنان)۔

[نوٹ : البانی نے ان تینوں روایات کو صحیح قرار دیا ہے]

اصحابِ ستہ کے علاوہ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح ، امام ابن حبان نے اپنی صحیح ، امام ابو عوانہ نے اپنی مسند ، امام حاکم نے اپنی مستدرک وغیرہم میں حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات کو بغیر کسی کلام کے لیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور لا مذہبوں کے محدث البانی تک آئمہ حدیث اور علماء حفص بن غیاث کی صیغہ عن کی روایات کو قبول کرتے رہے اور تصحیح کرتے رہے ہیں، جس کا مطلب یہی ہے کہ مدلس ہونے کے باوجود وہ ان کی تدلیس کو مضر صحت نہیں سمجھتے تھے، اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات المدلسین "میں حفص بن غیاث کو پہلے مرتبہ میں شمار کیا ہے، لہذا پندرھویں صدی کے ایک لا مذہب کے کہنے سے امام حفص بن غیاث کو تیسرے طبقہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ثالثاً : حفص بن غیاث کا متابع بھی موجود ہے جیسا کہ براہین رضوی صفحہ ۱۸ پر امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی "العظمۃ" کے حوالہ سے ذکر کیا گیا تھا، گو کہ وہ راوی مجروح ہے مگر متابعت کے قابل ہے جیسا کہ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الترغیب والترھیب ج ۴ ص۵۱۳،دار احیاء التراث العربی'' پر ایک روایت کو طبرانی اور بزار کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھاہے کہ:

''رواہ الطبرانی ، والبزار واللفظ لہ مرفوعا و موقوفا ، وقال لا نعلم أحد رفعہ الا عدی بن الفضل یعنی عن الجریری عن ابی نضرۃ عنہ و عدی بن الفضل لیس بالحافظ وھو شیخ بصری انتھی ۔ [قال الحافظ]: قد تابع عدی بن الفضل علی رفعہ وھب بن خالد عن الجریری عن ابی نضرۃ عن أبی سعید ...الخ ۔اور علیزئی صاحب کا چودھویں صدی میں پیدا ہونے والا سلف البانی ان روایات میں سے پہلی کے متعلق لکھتا ہے کہ : " صحیح لغیرہ " اور دوسری کے بارے میں لکھتا ہے کہ : " صحیح لغیرہ " ۔(دیکھئے :صحیح الترغیب والترھیب ،ج ۳ ص ۵۰۲ (۳۷۱۴)،مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع لصاحبھا سعد بن عبد الرحمن الراشد الریاض ،الطبعۃ الأولی ،۲۰۰۰ء ، ملخص) ۔

پس ثابت ہوا کہ عدی بن فضل کی متابعت سے علیزئی کا پیدا کردہ اعتراض ِتدلیس بھی ختم ہو گیا کیونکہ حفص بن غیاث کا متابع موجود ہے اور متابع کے لئے ثقہ و صدوق ہونا ضروری نہیں جیسا کہ اُصول میں مسلم ہے۔

رابعاً: ان کا ایک متابع اور موجود ہے ،ملاحظہ ہو : امام ابو احمد الحاکم نے ''الاسامی والکنی ،ج۳ ص ۲۲ ،ت۹۸۸'' میں مندرجہ ذیل سند ومتن کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا : ''أخبرنا أبو بكر محمد بن سليمان الواسطى ،حدثنا أبو تقى يعنى هشام بن عبد الملك اليزنى حدثنا بقية يعنى ابن الوليد حدثنا أبو ثوابة الزبيدى عن عبد الرحمن بن هند عن عكرمة عن ابن عباس قال : قالت الصبا للشمال يوم الأحزاب تعالى ننصر رسول الله ﷺ فقال له ان الحرائر لا يسرين بالليل فغضب الله عليها فجعلها عقيما ۔

گو کہ ابو ثوابہ کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول قرار دیا ہے مگرمتابعت میں اس کی روایت کو پیش کرنا کوئی جرم نہیں۔

خامساً: اس کے شواہد میں سے عکرمہ کی موقوف روایت بھی موجود ہے، اسی طرح داؤد بن ابی ھند کی موقوف روایت، جیسا کہ براہین رضوی میں باحوالہ ذکر کیا گیا تھا مگر متابعات اور شواہد کے باوجود علیزئی کا اس روایت کو ضعیف شمار کرنا درحقیقت تعصب و عناد کے سوا کچھ نہیں، ورنہ اپنی مرضی کی بات ہو تو ایک قول ِصحابی جو کہ علیزئی کے اپنے نزدیک ہی ضعیف ہو اور دوسرا تابعی کا قول اس کا شاہد ہو تو علیزئی اس کو بھی قبول کرتا ہے ،ملاحظہ ہو:

''الحدیث شمارہ نمبر ۸۷ صفحہ ۳۳۔۳۴ پر علیزئی نے ''روزہ کی حالت میں ہانڈی وغیرہ کا چکھنا'' اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی

ایک روایت جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تعلیقا لائے ہیں اس کی اسناد کو جمع کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: "یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱ :شریک بن عبد اللہ القاضی مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔شریک کی تدلیس کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۲۳۴/۳) المحلی (۱۰/۸، ۳۳۳/۲۶۳) اور طبقات المدلسین لابن حجر (۲/۵۶) وھو من المرتبۃ الثالثۃ فی القول الراجع۔

۲ : سلیمان بن مہران الاعمش مدلس تھے اور سند عن سے ہے۔اعمش کی تدلیس کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو :۶۶ص۷

☆اس روایت کی دوسری سند میں جابر بن یزید الجعفی ہے۔دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۴۷/۳ ح ۹۲۷۷) جابر جعفی سخت ضعیف اور گمراہ شخص تھا دیکھئے تھذیب التھذیب ، میزان الاعتدال اور تقریب التھذیب وغیرہ ، لہذا یہ سند باطل ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

فائدہ : عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ (تابعی) روزے کی حالت میں منی میں شہد چکھ لیتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۴۷ح۹۲۸۰وسندہ حسن)

ثابت ہوا کہ شرعی عذر ہو ، مثلاً کسی عورت کا شوہر سخت مزاج ہو تو اس کے لئے روزے کی حالت میں ہانڈی وغیرہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اسی طرح خریدتے وقت بھی اس چیز کو چکھا جا سکتا ہے جس میں یہ احتمال ہو کہ بیچنے والا دھوکا دے رہا ہے ، یا یہ خوف ہو کہ دھوکا نہ دے دے تو بھی ایسی چیز کو معمولی سا چکھ لینا جائز ہے ، لیکن نہ چکھے تو بہتر ہے۔واللہ اعلم "۔ انتہیٰ

قارئین ! ملاحظہ فرمائیں کہ اپنی مرضی تھی تو ایک قولِ صحابی جس کی دونوں سندیں بقول علیزئی ضعیف ہیں اور ایک قولِ تابعی جو علیزئی کے بقول حسن سند کے ساتھ مروی ہے ان

کے ساتھ مسئلہ ثابت ہو گیا مگر اپنی مرضی کے خلاف تھا تو انہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا قول ،بزعم خود صرف ایک راوی کی تدلیس (جس کی وضاحت ہو چکی)کی وجہ سے جبکہ اس کی متابعت بھی موجود تھی اور اس پر تابعی(حضرت عکرمہ ،و سندہ صحیح) اور تبع تابعی (داود بن ابی ہند و سندہ صحیح) کے اقوال بھی موجود تھے اسے رد کر دیا، کیا انصاف اسی کا نام ہے ؟۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت اپنے متابع اور شواہد کے ساتھ ضرور درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے، جس کا انکار علیزئی کی ضد ،تعصب اور عناد کے علاوہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا ،پھر علیزئی کے اپنے اُصول جس کے تحت اس نے روزہ کی حالت میں ہانڈی چکھنے کا جواز فراہم کیا ہے کے مطابق یہ روایات بدرجہ اتم قبول کی جا سکتی ہیں۔

علیزئی نے وہاں صرف ایک تابعی کا قول حسن سند کے ساتھ پیش کر کے جواز قائم کر دیا، جبکہ یہاں تو تابعی کے قول کے ساتھ تبع تابعی کا قول بھی صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں، پس یہ روایت اُصولِ علیزئی کے مطابق بھی قابل قبول تھی، مگر کیا کیا جائے تعصب و عناد کا جو دوغلی پالیسیاں چلنے کی راہیں کھولتا ہے۔

☆آگے علیزئی کا ضعیف روایت کے بارے میں کلام اور یوسفی وشیبانی یا عکرمی وغیرہ کی گفتگو نہ صرف ورق سیاہ کرنے کے مترادف ہے بلکہ فضول و بیکار ہے۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی مزید کاغذ سیاہ کرنے کے لئے لکھتا ہے کہ : ” شمالی ہوا کے حکم الٰہی سے انکار کرنے کی دلیل پر آل بریلی درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

ا : قرآن مجید ، ۲: صحیح حدیث ،۳: اجماع ،۴: امام ابو حنیفہ کا اجتہاد۔جبکہ ان لوگوں کے پاس ان چاروں میں سے ایک بھی دلیل نہیں ،لہذا عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال کی بنیاد پر

یہ دعوی کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کے حکم سے انکار کر دیا تھا۔(الحدیث شمارہ نمبر ٨٦ ، صفحہ ٣١۔٣٢)

جواب : اولاً : علیزئی کا اہل سنت اور راقم الحروف کے بارے میں لکھنا کہ :"آل بریلی " اس کی اپنی تکذیب کر رہا ہے کیونکہ خود ہی لکھ رہا ہے کہ دلائل میں تم امام ابو حنیفہ [رحمۃ اللہ علیہ] کا اجتہاد پیش کر سکتے ہو جو اس کی اپنی عبارات کے ہی ناقص اور جھوٹا ہونے کا آئینہ دار ہے کیونکہ علیزئی خود ہمیں حنفی تسلیم کرتا ہے اور آل بریلی کا طعنہ دینا اس کے اپنے نزدیک ہی اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

ثانیاً : اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق و محبت کی بنا پر اگر علیزئی ہمیں آلِ بریلی کہہ سکتا ہے اور خیال کر سکتا ہے تو پھر لا محالہ ہم بھی انہیں آلِ نجدی کہیں تو برا محسوس کرنے کی کوئی بات نہ ہو گی، کیونکہ علیزئی کے استاد محترم بدیع الدین الراشدی اور عطاء اللہ ثاقب نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کو (وہابی توحید) کا امام الدعوۃ، مصلح اعظم (دیکھئے تقدیم و مقدمہ ہدایۃ المستفید) تک لکھ کر اس کے ساتھ جو اپنے تعلق و محبت کا اظہار کیا ہے اس کے مطابق یہ آلِ نجدی ہی ہوئے۔

ثالثاً : راقم الحروف نے تو پہلے علیزئی اور دوسرے وہابیوں، نجدیوں، غیر مقلدوں کو لا مذہب کہا تھا جس کا ثبوت پچھلے اوراق میں فراہم کیا جا چکا ہے مگر علیزئی کا مذکورہ بالا عبارت لکھنا اس بات کا بھی آئینہ دار ہے کہ یہ لوگ "بے زبان و بے کلام" ہیں کہ نہ ان کی زبان ایک اور نہ ہی ان کا کلام ایک رہتا ہے، اسی علیزئی نے جب پہلے سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا تھا تو عبارت یوں تھی : "نماز کے سوالات سے ہٹ کر عرض ہے کہ احمد رضا خاں نے کہا : "غزوہ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست ونابود کر دے۔اس نے کہا " الحلائل لا

یخرجن باللیل'' بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فأعقمها اللّٰہ تعالی تو اللہ تعالی نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا ''۔(ملفوظات حصہ ۴ ص۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی ، ۳۸۔اردو بازار لاہور)

ہوا کا اللہ کے حکم سے انکار کر دینا کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے ؟ با حوالہ اور تصحیح سند جواب دیں اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیں کہ اگر اللہ تعالی ہوا کو حکم دے تو ہوا اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔کن فیکون کا کیا مطلب ہے ؟۔(مقالات [علیزئی] جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

راقم الحروف اس بارے میں بس اتنا ہی کہتا ہے کہ :''خود بدلتے نہیں عبارات و تحریرات بدل دیتے ہیں ''۔

راقم الحروف نے تو اس کا جواب براہین رضوی میں دیا تھا اور تمہاری تسلی کے لئے اس جواب میں بھی پچھلے اوراق میں ذکر ہوا اور تمہارے ہی اُصول کے مطابق وہ روایت قابل قبول قرار پاتی ہے ،پس اسے قبول نہ کرنا تیرے تعصب ، عناد ، ہٹ دھرمی اور بے اُصولے ہونے کا واضح و روشن ثبوت ہے۔

فقہ حنفی اور اُصول فقہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ احناف کا یہ دعوی نہیں کہ ہم ہر بات میں قرآن ، صحیح حدیث ،اجماع یا پھر فقط امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد ہی پیش کرتے ہیں لہذا تیرا یہ مطالبہ کرنا ہی فضول ہے، ہم نے تو تمہارے دعوے کے مطابق سوالات میں شرائط عائد کی تھیں جن کے مطابق نہ تم اور نہ ہی کوئی اور لا مذہب جواب دے سکا اور نہ ہی قیامت تک جواب دے سکے گا ،ان شاء اللہ العزیز۔

☆اس کے بعد علیزئی نے ایک حدیث صحیح ابن حبان وغیرہ کتب حدیث سے اور دو آیات کی طرف اشارہ کیا ہے جو نہ تو ہمارے مخالف ہیں اور نہ ہی ہم یہ سوچ سکتے ہیں کہ ہوا کو بھیجنے والا اور اسے مسخر کرنے والا اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی اور ہے۔(البتہ یہ بات علیحدہ ہے کہ وہ اس کو کسی کے تابع کر دے،پس وہ اس پر قادر ہے)

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی نے لکھاہے کہ : ”کیا ہوا بھی مکلف ہے جو اسے قوتِ اختیاری عطا کی گئی ہے ؟۔(الحدیث شمارہ نمبر ۸۶ ص ۳۲)

اولاً : علیزئی جی !ایسی احمقانہ سوچ کسی محقق و محدث کی نہیں،بلکہ کسی اہل علم کی بھی نہیں ہو سکتی جیسی جناب جو بزعم خود محقق و محدث بنے پھرتے ہیں،کی ظاہر ہوئی ہے ،کیا مکلف اور غیر مکلف کے بارے میں جناب کو صحیح بخاری میں کچھ نظر نہیں آیا ؟

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”باب : القسامة في الجاهلية “ میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ:

”عن عمرو بن ميمون قال رأيت في الجاهلية قردة اجتمع عليها قردة قد زنت فرجموها فرجمتها معهم “.

(صحيح بخارى جزء ۵ ص ۴۴ (۳۸۴۹) ،دار طوق النجاة ،وفي تاريخ الكبير ۳۶۷/۶،وفي الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر ۱۲۰۵/۳، و في معرفة الصحابى لأبي نعيم ۴۳۴/۳،و في الأسامي والكنى لأبي أحمد الحاكم ۳۱۴/۵، ، ومساوئ اللأخلاق للخرائطي (۴۶۹)،وفي اعتلال القلوب ۹۵،وفي التاريخ دمشق ۴۱۲/۴۶، و۴۱۵، وتحفة الأشراف للمزي ۳۲۷/۱۳(۱۹۱۷۸)، وتهذيب الكمال ۲۲/ ۲۶۵، وفتح البارى للحافظ العسقلانى ۱۶۰/۷، وسيرة الحلبية للحلبي ۳۳۶/۲، في فيض القدير للمناوي ۱۸۵/۶ وغیرہم)

یعنی عمرو بن میمون نے فرمایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا جس کے ارد گرد بہت سے بندر جمع تھے، اس بندر نے زنا کیا تھا ،سب بندروں نے اس کو سنگسار کیا، میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو سنگسار کیا۔

علیزئی جی ! زنا کا تحقق کب ہو گا ؟

کیا حیوانات میں بھی نکاح متحقق ہوتا ہے ؟

بندر کس شریعت کے مکلف ہیں ؟

کیا حیوانات کو بھی قوت اختیاری عطا کی گئی ہے کہ وہ مکلف ہوں ،جس پر انہیں رجم کیا جائے ؟

کیا صحابی رسول ﷺ (باختلاف روایت)عمرو بن میمون رضی اللہ تعالی عنہ سے لے کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہم تک تمام اس روایت کو اپنی کتب میں روایت و نقل کرنے والے جھوٹ بول رہے ہیں ؟نعوذ باللہ من ذلک۔

کیا وہ تمام محدثین و مفسرین اور علماء امت اسلامیہ جنہوں نے اپنی کتب میں ایسی روایات جن کی کوئی سند نہیں ،یا ان کی اسناد موضوع ہیں، یا کوئی قول جس کی طرف منسوب کیا ہے اس سے ثابت نہیں، تو یہ تمام باتیں ان مصنفین وناقلین کے جھوٹ شمار ہوں گے ؟

کیا یہ ضروریات دین میں سے ہے کہ ہر غیر مکلف نہ تو قوت اختیاری رکھتا ہے اور نہ ہی اس سے نافرمانی سرزد ہو سکتی ہے ؟۔

اگر ایسی روایات ذکر کرنے والے اور بیان کرنے والے آئمہ احادیث و تفاسیر و سیر وتاریخ قابل مواخذہ نہیں، تو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کس جرم میں قابل گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے ،صرف اس لئے کہ انہوں نے وہابیت اور وہابی ذریت کی گستاخانہ حرکتوں سے پردہ

اٹھا کر اہل اسلام کو آگاہ کرکے اجتناب کا درس دیا ؟ ، {اعدلوا هو أقرب للتقوی}[المائدة :٨] ۔

ثانیاً :اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ حیوانات ، نباتات اور جمادات میں مادۂ معصیت پائے جانے اور اس کی وجہ سے سزا یاب ہونے کے متعلق ذکر کیا ہے ،اگر انسانوں اور جنوں کے علاوہ اور کوئی چیز کسی بات کی مکلف نہیں تھی تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد فرمایا : {و ما من دابة في الأرض ولا طائر يطير بجناحيه الا امم امثالكم ما فرطنا في الكتاب من شيء ثم الى ربهم يحشرون }[الأنعام : ٣٩]

زمین میں جتنے جانور اور دو بازؤں سے اڑنے والے پرندے ہیں سب تمہاری طرح مخلوق ہیں (جن کے انواع کا حساب بھی انسان کی طاقت سے باہر ہے مگر) ہماری نوشت سے کوئی باہر نہیں پھر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے [ترجمہ : ثناء اللہ امرتسری]۔

اس آیت کی تفسیر میں غیر مقلد وہابی محمد داوٗد راز سلفی لکھتا ہے کہ:

"سلف میں سے ایک جماعت کے نزدیک دریائی و خشکی کے تمام چرند پرند الگ الگ امت ہیں ہر ایک کے واسطے جدا تسبیح و ذکر ہے آیات و احادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت ہے آنحضرت صلعم [ﷺ] نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھ کر ابو ذرؓ سے فرمایا تھا اے ابو ذر تم جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں ؟ ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا لیکن اللہ خوب جانتا ہے اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف کرے گا اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص دیا جائیگا رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ اور مروی ہے کہ اللہ پاک ان کا فیصلہ کر کے فرما دیگا کہ تم

سب خاک ہو جاؤ اس حال کو دیکھ کر کافر تمنا کریں گے کہ کاش آج ہم بھی خاک ہو جاتے رواہ عبد الرزاق۔(ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید ۱۵۸،حاشیہ :۳)

یہی لا مذہب داؤد راز لکھتا ہے کہ : "یعنی مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں حیوانات نباتات جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔۔۔۔اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔(ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید ،پارہ ۱۵ ،ص ۳۴۳حاشیہ :۱)

ایک اور لا مذہب صلاح الدین یوسف اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

"ان آیات و صحیح احادیث سے واضح ہے کہ جمادات و نباتات کے اندر بھی ایک مخصوص قسم کا شعور موجود ہے جس کو ہم نہ سمجھ سکیں ، مگر وہ اس شعور کی بنا پر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

(احسن البیان، پارہ :۱۵، ص ۳۷۴)

مذکورہ بالا لا مذہبوں کے ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہر مخلوق کے لئے جدا جدا نماز اور ذکر و تسبیح مقرر ہے اور ہر مخلوق خواہ اس کا تعلق جمادات سے ہے یا نباتات سے اس میں ایک خاص قسم کا شعور بھی موجود ہے جس کی بنا پر وہ اللہ رب العالمین کی تسبیح و نماز ادا کرتی ہے۔

ہوا بھی مخلوقات میں شامل ہے ،پس ہر مخلوق سے اس کو عطا کردہ شعور کے مطابق روز قیامت سوال ہوگا،جیسا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

عن ابی ہریرۃ في قولہ عزوجل {أمم أمثالکم }قال : یحشر الخلق کلھم یوم القیمۃ البھائم والدواب والطیر و کل شيء ، فیبلغ من عدل اللہ أن

يأخذ للجماء من القرناء ، ثم يقول : كونی ترابا ، فذلک يقول الكافر (يا ليتني كنت تربا)
(أخرجه الحاكم في المستدرک ،كتاب التفسير ج٣ س ٤٣ ح ٣٢٨٤، وقال : جعفر الجزري هذا هو ابن برقان ، قد احتج به مسلم ، وهو صحيح على شرطه ولم يخرجاه .)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اللہ تعالی کے فرمان {أمم أمثالكم }کی تفسیر میں فرمایا کہ :روز قیامت تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا ، چوپائے ، جانور ، پرندے اور دوسری تمام مخلوقات، پس اللہ تعالی کا عدل ان تک پہنچے گا، پس ایسا جانور جس کے سینگ نہیں اس کے لئے وہ سینگ والے کو پکڑے گا پھر فرمائے گا کہ مٹی ہو جا، پس اس وقت کافر کہیں گے ’’کاش میں بھی مٹی ہو جاتا‘‘۔

پس حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت اور مذکورہ بالا غیر مقلدین کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ تمام مخلوقات کو ہمیں سمجھ نہ آنے والا شعور عطا کیا گیا ہے جس کی بنا پر ان میں اطاعت و معصیت کا مادہ موجود ہے ،پس اسی اطاعت و معصیت کی وجہ سے روز قیامت ان کو اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ ہو گا، اگر وہ اس پر مکلف نہیں تو ان سے مؤاخذہ کیوں ؟۔

اگر ہر لحاظ سے جن وانس کے علاوہ دوسری مخلوقات قوتِ اختیاری سے لا تعلق ہے تو ان سے کئے ہوئے اعمال پر مؤاخذہ ظلم ہے، کیا اللہ رب العالمین بغیر کسی نافرمانی کے ان کو سزا دے گا ؟۔

ان وجوہات کی بناپر نہ تو ’’کن فیکون ‘‘ میں کچھ فرق واقع ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ رب العزت کے ذات میں کوئی عیب ظاہر ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا

ان کے احوال کے مطابق شعور ہی ان کی اطاعت و نافرمانی کا سبب ہے جس پر انہیں اللہ رب العالمین اپنی شان کے مطابق جزا وسزا دیتا ہے ،اور دے گا۔

ثالثاً : علیزئی بار بار اپنی تحریر میں لفظ "انکار " استعمال کر رہا ہے، کبھی لکھتا ہے کہ :" تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعوی کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کے حکم سے انکار کر دیا تھا "۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۳۲) اور کبھی لکھتاہے کہ :"احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعوی ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کا حکم نہیں مانا "۔(الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۳۰)وغیرہما۔

حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت میں لفظ "انکار "موجود نہیں بلکہ بادِ شمالی کا جواب مذکور ہے کہ اس نے جواب دیا کہ :"بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں "جبکہ اس کے اسلاف و ہمنواؤں نے اللہ تعالی کے حکم پر آسمانوں ،زمین اور پہاڑوں کا انکار کرنا لکھا ہے ،ملاحظہ ہو:

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ : {انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فأبین أن یحملنھا وأشفقن منھا و حملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا } [الأحزاب : ۷۲]

''ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔

[ترجمہ : صلاح الدین یوسف]

اس آیت کی تفسیر میں یہی لا مذہب لکھتا ہے کہ : " پیش کرنے کا مطلب کیا ہے ؟ اور آسمان وزمین اور پہاڑوں نے کس طرح اس کا جواب دیا ؟ اور انسانوں نے اسے کس وقت

قبول کیا ؟ اس کی پوری کیفیت نہ ہم جان سکتے ہیں نہ اسے بیان کر سکتے ہیں ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ نے اپنی ہر مخلوق میں ایک خاص قسم کا احساس و شعور رکھا ہے گو ہم اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں لیکن اللہ تعالی تو ان کی بات سمجھنے پر قادر ہے اس نے ضرور اس امانت کو ان پر پیش کیا ہو گا جسے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یہ انکار انہوں نے سر کشی و بغاوت کی بنا پر نہیں کیا بلکہ اس میں یہ خوف کار فرما تھا کہ اگر ہم اس امانت کے تقاضے پورے نہ کر سکے تو اس کی سخت سزا ہمیں بھگتنی ہو گی"۔(تفسیر احسن البیان ، ۵۶۰، دار السلام)

اور اسی آیت کی تفسیر میں داؤد راز غیر مقلد لکھتا ہے کہ : فابین کا ولی اللٰہی ترجمہ یہی ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا مطابق رائے بیشتر مترجمین و مفسرین ترجیح اسی ترجمہ کو حاصل ہے

۔

(ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید ،۵۱۲ ،فاروقی کتب خانہ ملتان)

علیزئی جی ! کیا آسمان و زمین اور پہاڑوں کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں ؟ کیا اسی نے ان کو مسخر نہیں کیا ہوا ؟۔اگر ان کے انکار کرنے کی تاویل خوف سے کی جا سکتی ہے تو بادِ شمالی کی تاویل بھی پہلی عمومی عادت کی وجہ " بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں "کہناسے کی جا سکتی ہے۔

مگر جناب ہیں کہ صحیح روایت کی موجودگی میں بھی تعصب و عناد کا نشان بنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

انکارِ صریح اور جوابِ غیر صریح میں کتنا فرق ہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں‌ہے، جس کی ایک مثال قرآن مجید فرقان حمید میں‌انسان کی تخلیق کے حوالہ سے موجود ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرشتوں سے فرمایا : {اني جاعل في الأرض خليفة قالوا اتجعل فيها

من يفسد فيها و يسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک } [البقرۃ : ۳۰]

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر (اپنا) ایک نائب بنانے کو ہوں (جو سب دنیا کی آبادی پر حکمرانی کرے) وہ بولے کیا آپ ایسے شخص کو نائب بناتے ہیں جو اس (زمین) میں فساد کرے اور خون بہائے اور اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں اس لئے کہ) ہم تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد کرتے ہیں خدا نے کہا یقیناً میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔[ترجمہ : ثنائی]

مزید وضاحت کی ضرورت نہیں جناب کے بزرگ کے ترجمہ میں موجود الفاظ " اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں" سے بہت کچھ واضح ہو رہا ہے۔جبکہ فرشتوں کے بارے میں واضح طور پر قرآن مجید فرقان حمید میں موجود ہے کہ : {ویفعلون ما یوٴمرون }[النحل : ۵۰]

"اور جس بات کاان کو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں"۔

☆اس کے بعد علیزئی نے اپنی طرف سے خود ساختہ شرائط کے ساتھ کئے گئے سوالات کو دوبارہ صفحہ ۳۳ تا ۳۷ ذکر کیا ہے، جن کے بارے میں براہین رضوی میں وضاحت کر دی گئی تھی ، مگر علیزئی لکھتا ہے کہ" ان سوالات کے جوابات کا قرض رضا خانیوں کے ذمہ واجب الاداء ہے"۔

علیزئی صاحب ! کچھ ہوش کے ناخن لیں ،جس کا قرضہ دینا ہو اس کا قرض ادا کئے بغیر اسے مقروض نہیں کیا جا سکتا، پہلے اس کی طرف سے اپنے سر پڑا قرض ادا ہوتا ہے، پھر اسے مقروض بھی کیا جا سکتا ہے، جب جناب سے ہمارا قرض ہی ادا نہیں ہو سکا تو ہمیں مقروض قرار دینا ، جناب کا بہت بڑا جھوٹ ہے ، پہلے ہمارا قرض جو لا مذہبوں کے خود ساختہ اُصولوں کے مطابق ان کے سروں پر ہے اس سے تو بری ہو لیں، پھر مقروض کرنے کا بھی

سوچنا ،ابھی تو تمہارا یہ سوچنا ہی فضول و بیکار بلکہ تمہاری زبان کے مطابق باطل و مردود ہے۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی لکھتا ہے کہ :" آخر میں اہل حدیث کے جوابات پر بعض البریلویہ کے معارضات کا مختصر و مدلل رد پیش خدمت ہے "۔(الحدیث ،شمارہ نمبر ۸۶ صفحہ ۳۷)

جواب :اولاً : علیزئی کا ہماری طرف سے دیے گئے جوابات کو معارضات کہنا ہی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہم نے تو لا مذہبوں کے بنائے ہوئے اُصولوں کی روشنی میں سوالات کئے تھے اور انہی کے مطابق علیزئی کی طرف سے دیے گئے جوابات کا رد بھی لکھا تھا، مگر حقیقت سامنے آنے کی وجہ سے علیزئی سمجھ گیا تھا کہ اس کا جواب تو میں دے نہیں سکتا لہذا اسے معارضات سے تعبیر کر کے اپنی جان چھڑالوں تو بہتر ہے ،پس اس نے ان اُصولی جوابات کو معارضات لکھ دیا۔

ثانیا : علیزئی کا لکھنا کہ :" مختصر و مدلل "یہ بھی ان کے گھر کی حقیقت کا آئینہ دار لگتا ہے کہ اب بیچاروں کو علم ہو چکا ہے کہ ان جوابات کا کوئی جواب الجواب ہمارے پاس نہیں ،لہذا اپنی جان چھڑانے کے لئے بے تکی تحریرات سے چند اوراق سیاہ کر ڈالو ،بس۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی نے لکھاہے کہ :" ۱) بعض الناس نے قنوتِ نازلہ والی حدیث کے بارے میں لکھا ہے : "لیکن ساتھ ہی اس کا منسوخ ہونا حکم ربانی اور اس کا ترک کر دینا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔" عرض ہے کہ قنوت نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ یا متروک نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ جن کفار اور قبائل کا نام لے کر ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے ، اس سے منع کر دیا گیا جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا : "یعنی الدعاء علی

هذه القبائل ،، یعنی ان قبائل پر بدعا کو آپ نے ترک کر دیا۔(شرح صحیح مسلم للنووی ۵/۷۸تحت ح ۶۷۵)۔

(الحدیث ،شمارہ ۸۶ صفحہ ۳۷۔۳۸)۔

لطیفہ:علیزئی لکھتا ہے کہ:" قنوت نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ یا متروک نہیں ہوا "۔جو اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ قنوت نازلہ علیزئی کے نزدیک مذکر ہے۔

جبکہ علیزئی کی مسلکی و مذہبی داؤدی پارٹی والا لکھتا ہے کہ :"اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ کسی مصیبت کے وقت پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنی سنت ہے۔''

(دیکھئے :دین الحق بجواب جاء الحق ۱/۴۴۲)

اسی طرح عبد الرؤف سندھو نے لکھا کہ : " لہٰذا صحابہؓ کے عمل سے بھی وتر میں قنوت قبل الرکوع ثابت ہوئی "۔(صلوۃ الرسول ﷺ ،تخریج و تعلیق ،عبد الرؤف سندھو،صفحہ ۴۰۰)

مذکورہ بالا دونوں علیزئی کے ہم مسلکوں و مذہبوں کی عبارات سے معلوم ہوا کہ لفظ قنوت موئنث ہے، گویا ابھی تک لا مذہبوں کو اس لفظ کے بارے میں ہی کنفرم نہیں ہوا کہ یہ موئنث ہے یا مذکر۔ خیر!اردو لغت کی کتاب "فیروز اللغات ،ص ۹۶۴" پر اس لفظ کو لکھ کر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ : "قنوت [ع۔ا۔مث] "۔اب فیصلہ تو قارئین کر ہی لیں گے کہ علیزئی کی علمی قابلیت کتنی ہے؟۔

اولاً : علیزئی صاحب ! کیا جناب کو یہ جواب لکھتے ہوئے شرم نہیں آئی ،کیونکہ اپنے متعلق تو کہتے ہو کہ :"قابل مسموع (صرف وہی جواب)ہو گا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے "۔(الحدیث ، شمارہ نمبر ۸۶ ص ۳۷ ،مقالات ج ۲ ص ۱۰۹)

کیا براہین رضوی میں تمہارے سوال کے جواب میں صرف اتنی ہی عبارت لکھی گئی تھی؟

براہین رضوی کا جواب لکھتے وقت تم نے اس سے پوری ایک سطر بھی نقل نہیں کی اور اس کا جواب لکھنے بیٹھ گئے ،مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جب براہین رضوی سے تم نے اپنے جواب کا جواب پڑھا تو بول خطا ہو گیا ہو گا ،مگر "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق۔جناب نے اس سے ایک سطر بھی مکمل نقل نہ کی اور کہنے لگے کہ میں نے براہین رضوی کا جواب دے دیا ہے۔میرے گمان میں علیزئی نے یہ کام کیا بھی اس لئے ہی ہے تا کہ اپنوں کو یہ کہہ سکوں کہ میں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

مگر زئی جی ! یاد رکھنا کہ اس کو پڑھنے والے صرف جناب کے اپنے ہی نہیں ہوں گے کہ جناب کی بے تکی باتوں کو پڑھ کر ہی مان لیں ،جو بھی اہل ِعلم و دانش اس کو دیکھیں گے تو انہیں ہنسی ضرور آئے گی کہ سارے مضمون کا جواب قابل ِمسموع سمجھنے والا خود کیا گل کھلا رہا ہے۔

براہین رضوی میں علیزئی کے جواب میں تقریباچھ صفحات سے بھی زیادہ لکھا گیا تھا، مگر زئی نے ملا جلا کر ڈیڑھ سطر کو لیا اور لگے بے ہنگم و بے بنیاد شور مچانے کہ میں نے جواب لکھ دیا ہے ، واہ ! میرے مولا تیری شان۔

ثانیا : علیزئی نے جواب لکھتے ہوئے اپنا آپ ہی رد کر دیا۔دلیل دی تھی کہ : "سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔۔۔متن حدیث۔۔۔"پس یقینیا میں نے دیکھا ، رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے ، دونوں ہاتھ اٹھاتے ، ان (کافروں) پر (ہلاکت و تباہی) کی دعا فرماتے"۔

(مقالات ج۲ ص ۱۰۰) ۔

بیان کردہ روایت کے ترجمے میں علیزئی نے دو مقامات پر بریکٹ میں (کافروں) اور (ہلاکت و تباہی) کے الفاظ لکھے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ روایت جو علیزئی نے جواب میں لکھی تھی اس کا تعلق کفار پر ہلاکت و تباہی کی دعا کرنے سے ہے،اور علیزئی کا اب لکھنا کہ :" بلکہ رسول اللہ ﷺ جن کفار اور قبائل کا نام لے کر ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے، اس سے منع کر دیا گیا"۔اس بات کاواضح ثبوت ہے کہ علیزئی مان گیا ہے کہ جو دلیل میں نے قائم کی تھی اس فعل سے رسول اللہ ﷺ کو منع فرما دیا گیا تھا، پس جس فعل سے منع کر دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا وہ منسوخ یا متروک نہیں تو کیا ہو گا ؟۔

باوجود علم ہونے کے کہ وہ فعل رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی ترک فرما دیا تھا اور اس کے بعد اس کو نہیں کیا،(اگر کیا ہے تو دلیل پیش کرو) اس سے استدلال کرنا جناب جیسے لا مذہبوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

ثالثاً:راقم الحروف نے صحیح بخاری کی روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے پیش کی تھی کہ وہ قنوت نازلہ جس سے جناب استدلال پیش کرنے کی کوشش میں ہیں ایک ماہ کے بعد آپ ﷺ سے ثابت کرنے والا بقول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذاب ہے ،اب بنیں کذاب اور کریں ثابت کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد بھی کفار پر ہاتھ اٹھا کر بعد از رکوع ان کی تباہی و ہلاکت کے لئے دعا کی ہو۔

رابعاً: علیزئی صاحب ! راقم الحروف نے تو صحیح بخاری و مسلم کی صحیح ، صریح حدیث پیش کی تھی ،مگر اب جناب لگے ہیں امام نووی ، امام بیہقی و حازمی ،رازی ، شرنبلالی حنفی ،طحطاوی ،محمد امجد علی رضوی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم کے اقوالِ غیر متعلقہ پیش کرنے۔

کیا مان گئے ہیں کہ اصل مسئلہ میں ہمارے پاس دلیل کے لئے کوئی بھی صحیح ،صریح ، مرفوع حدیث موجود نہیں ہے؟۔ظاہری اعلان نہ کریں تو آپ کی مرضی ،مگر جناب کا آئمہ حدیث ،تفسیر اور فقہ کی طرف رجوع اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ اس کا جواب جناب سے نہیں بن پڑا اور نہ ہی بن سکے گا ، ان شاء اللہ العزیز۔

باقی جس قنوتِ نازلہ مذکورہ کو آئمہ و علماء نے جائز قرار دیا ہے کیا اس کی ہیئت وطریقہ اور وہ قنوتِ نازلہ جس کے بارے میں راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں بخاری و مسلم کی روایت پیش کر کے ترک و منسوخ کا ذکر کیا تھا ایک ہی ہے ؟، ذرا اس کی وضاحت بھی کر دینا۔

خامساً :براہینِ رضوی میں راقم نے انہی کے گھر کی ایک شہادت پیش کی تھی جس کا ذکر تک علیزئی نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کے جواب کے بارے میں غور و غوض کیا ،ملاحظہ ہو وہی عبارت مع اسم مصنف و کتاب:" ناظرین ! وتر کی دعائے قنوت میں بھی صرف آداب دعا کی وجہ سے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں ورنہ حدیث میں اس کا کوئی ثبوت ذکر نہیں ہوا۔

لہٰذا دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں شامل ہے ورنہ وتروں میں بھی نہ اٹھائے جائیں۔

(بشیر الرحمن سلفی ، روح عبادت الدعاء ص ۱۸)۔

ع

اس گھر کو لگ گئی آگ گھر کے چراغ سے

بشیر الرحمن سلفی لا مذہب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ نمازِ وتر کی دعائے قنوت میں ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں، لہٰذا ہمارا سوال ابھی تک قائم و دائم ہے بلکہ انہی کے گھر [سے] (کی)تائید [بھی]رکھتا ہے۔(دیکھئے براہین رضوی ،ص ۳۲)

اسی طرح عبد الرؤف سندھو صاحب کے حوالہ سے بھی ''صفحہ ۳۰'' پر ایک عبارت لکھی گئی تھی مگر اس کی طرف بھی علیزئی صاحب کے قلم وذہن نے حرکت کرنے سے گریز کیا، آخر کیوں ؟۔

صرف اس لئے کہ حقیقت لوگوں کے سامنے نہ آجائے کہ وہابی ،نجدی ، غیر مقلد ،لامذہب ،بے زبان و بے کلام خود ہی اس مسئلہ میں متردد ہیں ،کوئی کہتا ہے کہ اس کی احادیث ِمبارکہ میں کوئی دلیل نہیں اور کوئی اِدھر اُدھر کی ٹامک ٹوئیاں مار کر اسے ثابت کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

]قول علیزئی [علیزئی لکھتا ہے کہ :''ثابت ہوا کہ یہ کہنا : ''قنوت نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ و متروک ہو گیا تھا۔'' غلط ہے ، لہذا قنوت نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں اور جب منسوخ نہیں تو پھر حدیث مذکور میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھانے کے جواز پر استدلال بالکل صحیح ہے '۔(الحدیث : ۸۶ صفحہ ۳۹)

جواب :اولاً : براہین ِرضوی کے صفحہ ۲۶ سے لے کر ۳۲ تک پہلے سوال کے بارے میں تحریر موجود ہے مگر علیزئی نے جو الفاظ لکھے ہیں یہ مجموعہ الفاظ کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ علیزئی نے نہ صرف یہاں بد دیانتی سے کام لیا ہے بلکہ حق کا خونِ ناحق بھی کیا ہے، علیزئی کے نزدیک معتمد علیہ عالم ارشاد الحق اثری نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''ولا یجوز تغییر المصنف وان کا بمعناہ '' کہ تصنیف شدہ کتاب کے الفاظ کو بدلنا جائز نہیں اگرچہ بالمعنی ہی کیوں نہ ہوں '' ۔(احادیث ہدایہ ، ص ۸۷)

کیوں جناب ! خائن ، محرف جیسے الفاظ اگر جناب کے لئے استعمال کر دیئے جائیں تو برا مت منایئے گا بلکہ اپنے ارشاد الحق اثری صاحب کے منہ لگنا کہ یہ آپ نے کیا لکھ دیا۔

[نوٹ] : علیزئی صاحب ! اس عبارت کو کتابت و کمپوزنگ کی غلطی نہ کہنا، یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہو گا۔

ثانیاً :براہین ِرضوی میں جہاں" ہمیشہ " کا لفظ ہے وہاں عبارت یوں ہے کہ :" رسول اللہ ﷺ تو ایک ماہ ایک عمل کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں اور جناب اپنے حواریوں کو ساری زندگی کرنے کے دلائل فراہم کریں ، کیا یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع ہے ؟۔(براہین رضوی ،ص ۲۸)

علیزئی صاحب ! اگر جناب کی تحقیق کے دانے ختم نہیں ہوئے تو اپنے ہی بقول مردِ میدان بنیں اور رسول اللہ ﷺ سے ترک کے بعد ثابت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر عام دعا کی طرح دعائے قنوت پڑھی ہواور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پیچھے آمین، آمین پکارا ہو، یاد رکھیں آپ کو موت آسکتی ہے،نجدیت ووہابیت کا جنازہ نکل سکتا ہے، مگر یہ ثابت نہیں ہو سکے گا ، ان شاء اللہ العزیز۔

ثالثا :براہین ِرضوی میں جہاں "ترک اور منسوخ "کا ذکر ہے وہ عبارت یوں ہے کہ :" ایک ماہ نبی اکرم ﷺ سے بعد از رکوع قنوتِ نازلہ پڑھنا ثابت،لیکن ساتھ ہی اس کا منسوخ ہونا حکمِ ربانی اور اس کا ترک کر دینا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔(براہین رضوی ، ص ۳۰)

علیزئی صاحب ! اگرجناب کو اپنی تحقیق پر بڑا ہی ناز ہے تو وہ روایت جو راقم الحروف نے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالے سے قنوتِ نازلہ کے ترک کے بارے میں نقل کی تھی ،اس کا جواب دیں؟۔

رابعاً : علیزئی کا لکھنا کہ : " جب منسوخ نہیں تو پھر حدیثِ مذکورہ میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھانے کے جواز پر استدلال بالکل صحیح ہے "۔

علیزئی صاحب ! جناب کے کہنے سے تو بات نہیں بنے گی، دلیل دیں کہ ترک کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بعد از رکوع ہاتھ اٹھا کر عام دعا کی طرح دعائے قنوت پڑھی ہو، مگر یہ ہو نہیں سکے گا ، جب اصل ہی ثابت نہیں کر سکتے تو جواز کے لئے استدلال بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ بالکل صحیح نہیں بلکہ کالا جھوٹ ہے کیونکہ جناب کے ہی عبد الرؤف صاحب نے "وتر میں دعاء قنوت رکوع سے قبل یا بعد "کی تحقیق کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

"خلاصہ رسول اللہ ﷺ کے قول فعل اور صحابہ کے عمل سے قنوت قبل الرکوع ہی ثابت ہے "۔

پس جب وتروں میں قنوت قبل الرکوع ہی ثابت ہے تو جناب بعد الرکوع والی روایت سے استدلال کیسے صحیح قرار دے رہے ہیں!۔

علیزئی صاحب ! ایک مرتبہ پھر ہمارا سوال پڑھیں: "ہمارا سوال ہے کہ "۔۔۔[رسول اللہ ﷺ نے]نماز وتر میں بعد ازرکوع عام دُعا کی طرح ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی ہے یا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے ؟۔" ابھی تک اپنی جگہ قائم ہے جس کا علیزئی اور لا مذہبوں کے پاس کوئی جواب نہیں ،ان شاء اللہ۔(براہین رضوی ۳۱)

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " مشہور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ الجرمی الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔(دیکھئے السنن الکبری للبیہقی ۳/۴۱ و سندہ حسن)"۔

(الحدیث ، شمارہ ۸۶ صفحہ ۳۹)

جواب : اولاً :یہ اثر غیر متعلقہ ہے کیونکہ اس میں نہ تو وتروں کا ذکر ہے اور نہ ہی اس بات کی وضاحت کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد ،لہذا علیزئی کا ہمارے سوال کے جواب میں

اس اثر کو نقل کرنااپنے نامۂ اعمال کی طرح رسالہ کے ورق سیاہ کرنے کے مترادف ہی ہے۔

ثانیاً: یہاں علیزئی نے تابعی کے فعل کو پیش کر دیا مگر شرم نہیں آئی ،دوسرے کو تابعین کے قول ذکر کرنے کی وجہ سے عکرمی کے طعنے دینے والا اپنے آپ کو قلابی کہلوانا پسند کرے گا ؟۔

☆اس کے بعد علیزئی نے امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہما کے عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:

[قول علیزئی] "عرض ہے کہ یہ عمل مذکورہ حدیث (صحیح ابی عوانہ اور الحدیث حضرو : ۵۶ ص ۳۹) کے موافق ہے ، لہذا جواز ثابت کرنے کے لئے کافی اور نومولود فرقہ رضا خانیہ پر ہمیشہ کے لئے حجت قاطعہ ہے "۔(الحدیث ، شمارہ نمبر ۸۶ ،ص ۳۹)

اولاً : علیزئی صاحب! پہلے اپنی بریکٹ سے پہلی اور بریکٹ والی عبارت پر غور کریں۔

ثانیاً :یہ جس موافقت کا دعویٰ ہے پہلے اس کو تو سوال کے مطابق ثابت کریں پھر موافقت میں آئمہ کے افعال و اقوال بھی پیش کر لینا ،جب اصل سے ہی سوال کا جواب نہیں بن سکا تو ان آئمہ کے اقوال کیسے جواز میں پیش کر رہے ہیں ، امام اسحاق بن راہویہ کے عمل کو البانی نے قبل الرکوع لکھا(دیکھئے ارواء الغلیل ۲/ ۷۱ ،صفۃ صلاۃ النبي صلی اللہ علیہ وسلم ص۸۸ تحت حاشیہ :۴) جب کہ سوال بعد الرکوع کا ہے ،علیزئی صاحب ان کو حجت قاطعہ بنانے کے لئے پہلے اصل کا ثبوت فراہم کریں، وہ آپ تو کیا آپ کی آنے والی نسلیں بھی ثابت نہیں کر سکیں گی ، ان شاء اللہ العزیز۔

کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا

ثالثا : علیزئی نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں مبارکپوری کے اجتہاد کو خطا قرار دے کر جس اپنے شیخ کے اجتہاد کو راجح قرار دیا ہے، وہی البانی لکھتا ہے کہ : ''و سئل أحمد رحمہ اللہ عن القنوت في الوتر قبل الرکوع أو بعدہ ؟ وھل ترفع الایدی في الدعاء في الوتر ؟فقال : القنوت بعد الرکوع و یرفع یدیہ وذلک علی قیاس فعل النبي ﷺ في الغداۃ ۔ قلت : وفی صحۃ ھذا القیاس نظر عندی و ذلک أنہ قد صح عنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنہ کان یقنت في الوتر قبل الرکوع کما یأتي بعدحدیث و یشھد لہ آثار کثیرۃ عن کبار الصحابۃ کما سنحققہ في الحدیث الآتي باذن اللہ تعالی و غالب الظن أن الحدیث لم یصح عند الامام أحمد رحمہ اللہ فقد أعلہ بعضھم کما یأتی و لولا ذلک لم یلجأ الامام الی القیاس فانہ من أبغض الناس لہ حین معارضتہ للسنۃ ''۔(ارواء الغلیل ۲ / ۱۶۴)

کیوں جناب ! آپ نے جس کے قول کو مبارکپوری کے قول پر ترجیح دی اسی نے جناب کا بول خطا کر دیا اور جناب کو سر بازار رسوا کر دیا ؟۔

پس معلوم ہوا کہ آپ کا قنوتِ نازلہ پر قیاس آپ کے اپنے محدث کے نزدیک ہی درست نہیں تو ہم کس طرح جناب کے قیاس کو تسلیم کر لیں ،جبکہ آپ کے بزرگ تو قیاس کو ویسے ہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی نے لکھا ہے کہ : ''کیا کسی رضا خانی میں یہ جرأت ہے کہ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عمل کو بدعت ، ناجائز یا حرام قرار دے ؟ ۔کیا زمانہ خیر القرون میں کسی ایک سنی عالم نے ابو قلابہ ، امام احمد اور امام اسحاق وغیرہم کا مسئلہ مذکورہ میں رد کیا ہے ؟ حوالہ پیش کریں۔!(الحدیث :شمارہ ۸۶ ص۳۹)

جواب : اولا : امام اہل محبت ، محدثِ بریلوی احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متوسلین کو یہ سبق نہیں دیا کہ اپنے ہی اسلاف کو بدعتی اور مشرک قرار دیتے رہو بلکہ آپ نے تو ان سے محبت و الفت کا درس دیا ہے۔

الحمدللہ! ہم تو امامِ اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بدعتی ہونے کا فتوی نہیں دے سکتے اور نہ ہی دیتے ہیں مگر تمہارے لا مذہب ،نجدی ،وہابی ،غیر مقلداور تم بذات خود انہیں بدعتی ہی قرار دیتے ہو، جیسا کہ عمرو بن عبد المنعم بن سلیم نے اپنی کتاب میں لکھا اور آپ جناب نام نہاد محقق و محدث دوراں علیزئی نے ہی اس کا ترجمہ کیا ،اور جسے "عبادات میں بدعات اور سنت نبوی سے ان کا رد" کے نام سے شائع کروایا ،اس کے صفحہ ۳۰۱ سے ۳۰۶ تک "تعریف : یعنی عرفات کی ریس" کے موضوع پر بحث موجود ہے جس میں تمہارا ترجمہ کئے ہوئے الفاظ ہیں کہ:

"تاہم دوسرے لوگوں کے لئے دعا واستغفار کے لئے اس دن جمع ہونا بری بدعت ہے بلکہ عرفات کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر اس طرح جمع ہونا بذات خود بدعت ہے جیسا کہ گزر چکا ہے ، لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل ہیں"۔

(عبادات میں بدعات ،صفحہ ۳۰۲ ، مکتبہ قدوسیہ ،لاہور،۲۰۰۵ء)

مصنف کتاب کے بقول تعریف کے لئے جمع ہونا بُری بدعت ہے اور اسی کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل ہیں، تو مفہوم کیا نکلا ؟ یہی کہ امام احمد بن حنبل مذکورہ لا مذہب کے نزدیک بدعتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ لامذہب جو اہلِ سنت کہلوانے کے لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اہلِ سنت کا امام لکھ کر اپنا امام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں،انہیں امام لکھنے کے باوجود ان کے بدعتی (بدعت بھی ایسی جو بری ہے)ہونے کے بھی قائل ہیں۔

راقم الحروف! علیزئی کو صرف اس کتاب کا ترجمہ کرنے اور اس کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی کلام ذکر نہ کر کے سکوت کی وجہ سے مورد الزام تو نہیں ٹھہراتا مگر کچھ کچھ کالا ضرور محسوس ہوتا ہے ،کیونکہ علیزئی نے اس کے بعد "حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان (جنھوں نے تعریف کو بدعت کہا) کے قول کے بارے میں حاشیہ میں لکھا کہ:" [حسن ،ایضا (۱۴۲۷۰) اس کی سند ضعیف ہے، لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں دیکھئے (۱۴۲۷۱)] "۔(ایضا،ص ۳۰۳)

گویا کہ علیزئی کی تحسین اس بات کی آئینہ دار ہے کہ وہ بھی اس عمل کو بدعت سمجھتا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں، لہذا اس کے اپنے نزدیک بھی بدعتی قرار پائے۔

آپ بی بی کوکاں ،ہنے دیوے لوکاں
اوروں کو نصیحت ، خود میاں فصیحت

اس مسئلہ (تعریف)کے بارے میں راقم الحروف نے اپنے رسالہ "بدعت "(غیر مطبوع ،اللہ عزوجل اس کی اشاعت کے اسباب پیدا فرما دے، آمین) میں ثابت کیا ہے کہ یہ عمل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بصرہ میں صحیح سند کے ساتھ کرنا ثابت ہے ، جس کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔

[نوٹ]: ابھی آگے چلئے تو سہی ! اسی کتاب کے آخر پر جو بدعات تم نے سعید بن عزیز یوسف زئی کے حوالہ سے لکھی ہیں ان کے مطابق راقم الحروف تمہارا بدعتی ہونا بھی تمہارے اقوال کے ساتھ واضح کرے گا کیونکہ ختم بخاری کروانے والے بدعتیوں کی محفلوں میں تمہارا آنا جانا بھی ہمارے علم میں ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ثانیاً: جس ذات کی وجہ سے اس زمانہ کو خیر القرن ہونے کا شرف حاصل ہوا، جب اس نبی اکرم ﷺ سے وتروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے تو تمہارا لا مذہبوں کا اپنے قائم کردہ اُصولوں کے مطابق ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بدعت ہی قرار پائے گا کیونکہ تمہارے ہی عبد الرؤف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ: " یہ کلام تو تھی تکبیر سے متعلق رہا ہاتھ اُٹھانا تو اس بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ میں بعض آثار تو ضرور ملتے ہیں مگر کوئی مرفوع روایت نہیں لہذا قرأت سے فراغت کے بعد بغیر تکبیر کہے اور ہاتھ اُٹھائے قنوت پڑھنی چاہیئے۔۔۔"

(صلوۃ الرسول ﷺ، تخریج و تعلیق: عبد الرؤف سندھو، ص ۴۰۱)

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ: "۲)"سنن دار قطنی والی روایت موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح مروی ہے اور دونوں سندوں سے صحیح ہے، نیز "و زیادۃ الثقۃ مقبولۃ" کی عبارت میں امام دارقطنی کے موقوف کو "وھو الصواب" قرار دینے کا ہماری طرف سے کافی و شافی جواب ہے۔(الحدیث، شمارہ ۸۶، ص ۳۹۔۴۰)

جواب: اولاً: علیزئی کا "سنن دار قطنی" لکھنا جھوٹ ہے یا نرم لفظوں میں غلط بیانی ہے، جو روایت علیزئی نے پیش کی تھی وہ "سنن دار قطنی" کے حوالہ سے نہیں بلکہ "العلل للدارقطنی ج ۱۳ ص ۲۲ مسئلہ: ۲۹۰۸" کے حوالہ سے تھی ملاحظہ ہو: "مقالات، ج ۲ ص ۱۰۱" مگر ہماری طرف سے دیے گئے جوابات کو پڑھ کر علیزئی کے ہوش ہرن ہو گئے، اوسان خطا ہوگئے کہ اسے یہی علم نہیں رہا کہ میں نے "سنن دار قطنی" سے روایت لکھی تھی یا کہ "علل دار قطنی" سے، کیا مختل الحواس ہونا کچھ اور ہوتا ہے؟۔

علیزئی صاحب ! بے جا خفا ہونا اچھا نہیں ہوتا جب جناب ہیں ہی مختل الحواس ، حواس باختہ ،فاتر العقل تو راقم الحروف کے لکھنے کی وجہ سے کیوں سیخ پا ہو گئے تھے ؟۔

ثانیا : علیزئی کا ہی امام و محدث عبد الرحمن مبارکپوری امام دارقطنی کی علل کی دونوں سندوں پر مطلع ہونے کے باوجود لکھتا ہے کہ :'' قلت : لم أجد حديثا مرفوعا صحيحا فی هذا الباب "۔(تحفة الأحوذی ج ۴ ص ۱۶۳)۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ میں نے اس باب میں کوئی بھی مرفوع صحیح حدیث نہیں پائی۔

پس معلوم ہوا کہ علیزئی کے مسلک کے محدث مبارک پوری کے نزدیک امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علل میں جس سند سے اس روایت کے مرفوع ہونے کا ذکر کیا ہے، وہ صحیح نہیں، تبھی تو اس نے لکھ دیا کہ اس باب میں مجھے کوئی بھی صحیح مرفوع روایت نہیں ملی ، مگر علیزئی اسے مرفوعا صحیح ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے ، فیا للعجب۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو لگ گئی آگ گھر کے چراغ سے

ثالثا : علیزئی کے محدث البانی نے لکھا کہ: " قلت : ولم نجد فی السنة ما يدل على مشروعية الرفع فی غير التكبيرة الأولى ،فلا نرى مشروعية ذلک ، و هو مذهب الحنفية وغيرهم ،واختاره الشوكاني وغيره من المحققين و اليه ذهب ابن حزم فقال : (۱۲۸/۵) : و اما رفع الأيدی فانه لم يأت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه رفع فی شئ من تكبيرة الجنازة الا فی أول تكبيرة فقط فلا يجوز فعل ذلک ، لانه عمل فی الصلوة لم يأت به نص ''۔(احكام الجنائز ، ص ۱۱۶)

زئی جی ! اپنے چودھویں پندرھویں صدی کے سلف کی بات کو ہی تسلیم کر لینا تھا جس کے مقابلہ میں پہلوں کا رد کر رہے ہو،اگر جناب کے تلووں کو آگ نہ لگے، تو سنئے اس البانی

نے اگر وضع الیدین میں ایسا قیاس ظاہر کیا ہے تو یہ بمصداق:"آگ لگنے پر کنواں کھودنا" ہے۔

رابعا:علیزئی کے ہی علامہ شوکانی نے لکھا کہ:''والحاصل انہ لم یثبت في غیر التکبیرۃ الأولی شيء یصلح للاحتجاج بہ عن النبي ﷺ وأفعال الصحابۃ وأقوالھم لا حجۃ فیھا فینبغی أن یقتصر علی الرفع عنہ تکبیرۃ الأحرام۔
(نیل الأوطار ۱۰۲/۴)

اور حاصل کلام یہ ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے رسول اللہ ﷺ سے کوئی شے (حدیث) ایسی نہیں جس سے احتجاج کیا جا سکے۔باقی رہے اقوال و افعال صحابہ، وہ ویسے ہی حجت نہیں ہیں، لہٰذا چاہیئے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے۔

پس مذکورہ بالا روایت علیزئی کے مذہبی اماموں کے نزدیک تو مرفوعا صحیح ثابت نہیں تھی، مگر علیزئی ہے کہ اسے مرفوعا بھی صحیح ثابت کرنے پر بضد ہوا بیٹھا ہے۔

یہ کس مقام پہ لائی ہے زندگی آپ کو
جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں ہے آپ کا

☆اس کے بعد علیزئی نے محمد حسین بٹالوی وہابی ، نجدی ،لا مذہب ،غیر مقلد سے اہل حدیث کے دستور العمل کی بات کی جس کا جواب پچھلے اوراق میں گزر چکا اور شوکانی کی عبارت کا ترجمہ بھی اسی لئے کر دیا گیا ہے کہ قارئین کو بھی علم ہو سکے کہ آثار سلفیہ کا نام لینے والوں کے اسلاف کون ہیں؟ جن کے آثار کو یہ معیار تسلیم کرتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے اقوال وافعال تو بقول شوکانی بھی ان کے لئے حجت نہیں، پھر وہ اسلاف کوئی اور ہی ہوں گے جن کے آثار کو یہ معیار بنائے بیٹھے ہیں۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : "(۳) رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد (بھی) پڑھی تھی ، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اور کسی صحیح حدیث میں اُحد جا کر یہ نماز پڑھنا (جو نماز حدیث ِنبوی میں مذکور ہے)ثابت نہیں،لہذا چودھویں صدی میں نومولود فرقے کے رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔امام بخاری نے اس حدیث پر" باب الصلوۃ علی الشہید "باندھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے (ح ۱۳۴۴)اور " صلوتہ علی المیت " کے الفاظ سے نماز جنازہ کا واضح ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف بریلویوں کی مروجہ دعا کا ؟۔اور " ثم انصرف الی المنبر " میں غائبانہ جنازے کی طرف اشارہ ہے ، کیونکہ منبر تو مسجد میں ہوتا ہے اور اُحد میں منبر کے وجود کے لئے اس حدیث کی کسی سند میں (ہمارے علم کے مطابق) کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۴۰۔۴۱)

جواب : اولاً : قارئین کرام ! آپ نے ابن الوقت اشخاص کے بارے میں کئی مثالیں سنی ہوں گی مگر علیزئی جیسا ابن الوقت شاید ہی آپ کو نظر آئے کیونکہ یہاں پر یہ شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ثابت کرنے کے موڑ میں ہے مگر اس نے خود ہی صادق سیالکوٹی غیر مقلد کے کتاب "صلوۃ الرسول ﷺ" پر تحقیق و تخریج کا کام کیا جس کا نعمانی کتب خانہ سے شائع کردہ نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں اس کے بزرگ صادق سیالکوٹی نے لکھا کہ:

"حضور انور ﷺ نے شہیدوں کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔(بخاری شریف) معلوم ہوا کہ شہید کو بغیر غسل اور جنازہ پڑھنے کے بغیر دفن کرنا چاہئے۔(سبحان اللہ) شہید اللہ کے نزدیک کس قدر پاک اور طاہر ہے "۔(اس کی تخریج میں علیزئی حاشیہ لگا کر لکھتا ہے کہ : " صحیح بخاری :

"الجنائز :باب الصلوۃ علی الشہید حدیث ۱۳۴۳"۔(دیکھئے تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول ﷺ ،ص ۳۵۷،حاشیہ ۳)

یہاں پر علیزئی اپنے بزرگ کی موافقت میں شہید کی نماز جنازہ کا منکر معلوم ہوتا ہے اور اس انکار پر صحیح بخاری کی ہی روایت سے استدلال کیا جا رہا ہے۔

ثانیا: براہینِ رضوی کے جواب میں علیزئی نے لکھا کہ : " رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد (بھی) پڑھی تھی"،جبکہ پہلے سوالات کے جوابات میں لکھاتھا کہ :"رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اُحد پر آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ پڑھی تھی" (دیکھئے مقالات ، ج ۲ ص ۱۰۱) دونوں عبارتوں میں فرق دیکھیں کہ پہلی عبارت ظاہر کر رہی ہے کہ پہلے بھی شہدائے اُحد پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری عبارت ظاہر کر رہی ہے کہ شہدائے اُحد پر آٹھ سال کے بعد ہی نماز جنازہ پڑھی تھی، ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں خیال آ جائے کہ جن شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی وہ کوئی اور ہوں، شہدائے اُحد پر پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کا جو حوالہ علیزئی نے جنازہ نہ پڑھے جانے کے بارے میں نقل کیا ہے اس روایت میں واضح موجود ہے کہ وہ شہدائے اُحد تھے۔

(دیکھئے صحیح بخاری ، کتاب الجنائز ،باب الصلوۃ علی الشہید ، ح ۱۳۴۳،دار طوق النجاۃ)

ثالثا : علیزئی کا یہ لکھنا کہ :"امام بخاری نے اس حدیث پر "باب الصلوۃ علی الشہید"باندھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ (ح ۱۳۴۴) علیزئی صاحب ! کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ حدیث جس کا جناب نے 'تسہیل الوصول" میں حوالہ درج کیا ہے کسی اور باب میں روایت کی ہے، وہ روایت بھی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی باب میں لائے ہیں، لہذا جب ایک ہی باب میں امام بخاری دو روایتیں جمع کر رہے ہیں جن میں سے ایک میں آپ کے بزرگ کے بقول(آپ کی تائید کے ساتھ) شہید کا جنازہ نہ پڑھنا ثابت ہے جبکہ دوسری روایت جس میں بقول آپ کے جنازہ پڑھنا ثابت ہے تو کیا یہ تضاد نہیں ؟ پھر جناب کا "بھی" تو مزید گل کھلا رہا ہے۔

رابعا: علیزئی صاحب ! جناب اس روایت سے جو شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ثابت کرنے بیٹھے ہیں وہ ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں صرف ان کے لئے دعا کرنا ہی ثابت ہے جس طرح میت کے لئے دعا کی جاتی ہے، ملاحظہ ہو آپ کا اپنا بزرگ ہی اس روایت کا ترجمہ کر رہا ہے کہ:

"عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ آنحضرت ﷺ ایک دن (مدینہ سے)باہر نکلے اور اُحد والوں کے لئے اس طرح نماز پڑھی (دعا کی) جیسے میت کے لئے کرتے تھے۔پھر منبر کی طرف آئے ، (اس پر چڑھے) فرمایا۔۔۔" الخ۔

(صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۵۹۸،ترجمہ: وحید الزمان غیر مقلد)

علیزئی کے پیدا کردہ تمام احتمالات کا جواب اس کے اپنے مولوی کے ترجمہ سے ہی ہو گیا۔

خامساً: علیزئی کا لکھنا کہ: "اور " صلوتہ علی المیت " کے الفاظ سے نماز جنازہ کا واضح ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف بریلویوں کی مروّجہ دعا کا ؟۔

یہاں پر نماز جنازہ کا ثبوت نہیں بلکہ میت کے لئے کی جانی والی عام دعا کی طرح کی دعا کرنے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ایک صحابی نہیں بلکہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، اگر غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا درست ہوتا تو آپ ﷺ ان کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے مگر آپ ﷺ نے نہیں پڑھی، جیسا کہ تمہارے ہی عبد الرؤف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ: " حافظ

ابن قیم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی فوت ہوئے جو آپ ﷺ سے غائب تھے مگر آپ نے ان میں سے کسی ایک کی بھی غائبانہ نماز ادا نہیں کی۔۔الخ۔

(صلوۃ الرسول مع تخریج و تعلیق ،عبد الرؤف سندھو ، ص ۴۸۹)

☆علیزئی کا لکھنا کہ: ”نہ کہ صرف بریلویوں کی مروجہ دعا کا“۔

راقم الحروف کا غالب گمان یہ ہے کہ علیزئی نے اس سے مراد جنازہ پڑھ لینے کے بعد قبل از دفن کی جانے والی دعا مراد لی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علیزئی کے بقول ہی یہ دعا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے، علیزئی سے نبی اکرم ﷺ کی نماز جنازہ کے متعلق سوال ہوا ،جس کا جواب اس نے اپنے اسی رسالہ ”الحدیث ، شمارہ ۸۶ ، ص ۴ تا ۷“ میں دیا اور اس بارے میں سب سے پہلے جو طویل روایت ذکر کی اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طریقۂ نماز کا ذکر ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: ”یدخل قوم فیکبرون و یصلون و یدعون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون و یصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس۔“ ایک جماعت (حجرے میں) داخل ہو گی ، پھر وہ تکبیر کہیں گے ، نماز جنازہ پڑھیں گے اور دعا کریں گے پھر باہر نکل جائیں گے پھر دوسری جماعت داخل ہو گی تو تکبیر کہیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور دعا کریں گے ، پھر باہر نکل جائیں گے۔۔۔۔الخ۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ، ص ۴)

کیوں جناب علیزئی صاحب اہلِ سنت کا یہ عمل تو جناب نے خود ہی صحیح سند سے تسلیم کر لیا گو اس روایت کو لکھتے اور اس کی تصحیح کرتے ہوئے جناب کا ذہن اس طرف نہ گیا ہو گا کہ میں ایک ایسا مسئلہ ثابت کر رہا ہوں جس کی وجہ سے ہم اہلِ سنت پر اس عمل کی وجہ سے بدعتی ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں۔اب اجماعِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو واقع ہو گیا کہ کوئی

ایک بھی انکار کرنے والا نہیں کہ اس نے کہا ہو یا انکار کیا ہو کہ باقی سب ٹھیک ہے مگر جنازہ کے بعد دعا نہیں کرنی اگر کوئی ہے تو تصحیح سند کے ساتھ حوالہ پیش کرو ؟۔

سادسا: علیزئی کا لکھنا کہ: ''اور '' ثم انصرف الی المنبر '' میں غائبانہ جنازے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ منبر تو مسجد میں ہوتا ہے اور اُحد میں منبر کے وجود کے لئے اس حدیث کی کسی سند میں (ہمارے علم کے مطابق) کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے ''۔

اگر اُحد میں منبر کے وجود کی کوئی صریح دلیل تمہارے علم میں نہیں تو اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے اُحد تشریف نہ لیجانے کی کوئی صریح روایت پیش کردو ؟ ورنہ ہمارے مؤقف پر تو تمہارے ہی بڑے کا ترجمہ شاہد ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے اور پھر منبر کی طرف تشریف لائے۔صرف تمہارے احتمالات تو اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کیونکہ ایک جماعت جس میں تمہارے اپنے بھی شامل ہیں نے مراد اس سے دعا ہی لی ہے۔

علیزئی نے امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری کا حوالہ ذکر کیاہے کہ:

[قول علیزئی] ''عینی حنفی نے اس حدیث (حدیث بخاری : ۱۳۴۴) سے نماز جنازہ مراد لی اور اُن لوگوں کا رد کیا جو اس سے صرف دعا مراد لیتے ہیں۔(دیکھئے عمدۃ القاری ۸/۱۵۶) بلکہ عینی نے صرف دعا مراد لینے والوں کے بارے میں فرمایا: ''هذا ليس بانصاف '' اور یہ انصاف نہیں ہے (عمدۃ القاری ۸/۱۵۶) امام بخاری کے استدلال اور عینی وغیرہ کی موافقت کے بعد عراقی وغیرہ علماء کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں اور جو لوگ صرف حنفیت کے دعویدار ہیں ، یوسفی یا شیبانی نہیں ، ان کے لئے یہ استدلال جائز ہی نہیں ، ورنہ

انہیں چاہئے کہ رضاخانیت چھوڑ کر نووی ، عسقلانی اور عراقی وغیرہم کی تقلید کرنے کا اعلان شائع کرادیں۔!(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ، ص ۴۱)

جواب : اولاً : امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے امام سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دعا پر محمول فرمایا ہے اورامام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تمہاری طرح غائبانہ نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں ،وہ تو قبور پر نماز کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے اسی روایت کو ''البناية في شرح الهداية ، ج۳ ص ۲۵۰ '' پر ذکر کر کے اس سے قبور پر نماز پڑھنے پر استدلال کیا ہے۔

ثانیاً: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تمہارا یہ نسبت کرنا غلط ہے، اگر یہی مقصد ہے کہ انہوں نے اس باب میں یہ روایت بیان کی ہے تو ساتھ ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت جس میں شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے اسے بھی اسی باب میں بیان کیا ہے، پھر تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہوئے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھی ہی نہ جائے اور ممانعت کی روایت بیان کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک ان پر نماز جنازہ تو نہ پڑھی جائے مگر ان کے لئے دعا کی جائے۔

ثالثاً : امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوال سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ یہ ایک لا مذہب کے خود ساختہ مسئلہ کے خلاف ہیں؟۔علیزئی صاحب !یہاں جمہور کا لفظ جناب کو یاد نہیں رہا کہ جمہور کس طرف ہیں صرف اس لئے کہ اپنے لا مذہبوں کی حمایت کرنی ہے۔اور ہاں اگر ہمیں غیر حنفی کے قول پیش کرنے کی وجہ سے نووی ،عسقلانی وغیرہما کی تقلید کا اعلان کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تو آپ بھی آئندہ سے قلابی کہلوایا کریں کیونکہ اُس مسئلہ میں آپ کے پاس نبی اکرم ﷺ کی کوئی بھی صحیح ،صریح ، مرفوع روایت موجود

نہیں ہے، اور نہ ہی کسی صحابیِ رسول ﷺ کا کوئی قول صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، پس ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ایک اثر ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا، تو پس جناب بھی آج سے قلابی ہونے کا اعلان کر دے ، اور اپنے ہمنواؤں کو بھی قلابی کہلوانے کا مشورہ دے دیں۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : ۴) "ایک رضا خانی لا مذہب نے لکھا ہے :"نماز جنازہ سراً پڑھنا ہی سنت ہے ، جہراً نہ آپ ﷺ نے پڑھا اور نہ ہی۔۔۔" (الحدیث ، شمارہ ۸۶ ،صفحہ ۴۱)

جواب : قارئین کرام ! ہمارا چوتھا سوال تھا کہ :"ایک صحیح ، صریح ، مرفوع حدیث پیش کریں کہ نمازِ جنازہ میں امام دُعائیں بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی صرف آمین ،آمین پکاریں ؟۔

(دیکھئے براہین رضوی ،ص ۳۵)

اس کے جواب میں علیزئی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت صحیح مسلم کے حوالہ سے پیش کی تھی جس کے جواب میں راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح مسلم کی شرح کے حوالہ سے لکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ : "واما الدعاء فيسر به بلا خلاف وحينئذ يتاول هذا الحديث على ان قوله حفظت من دعائه أي علمنيه بعد الصلوة فحفظته"۔(شرح مسلم للنووي ۳۱۱/۱)

اور جنازہ میں دُعا بالاتفاق سراً پڑھی جائے گی، پس اس حدیث کی تاویل یہ ہو گی کہ صحابی کا فرمانا کہ میں نے دُعا حفظ کر لی یعنی آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ کے بعد مجھ کو دُعا سکھلائی تو میں نے اس کو حفظ کر لیا۔

اور اسی طرح علیزئی کے مسلکی بھائی عبد الرؤف سندھو سے اس کے متعلق لکھا تھا کہ جناب کا ہی ایک بھائی۔۔۔لکھتا ہے کہ : " مگر اس حدیث سے حجت لینا محل نظر ہے کیونکہ مسند احمد (۲۳/۶) میں عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں" ففهمت من صلوته عليه اللهم اغفرله۔۔۔"یعنی میں آپ کی نماز سے یہ کلمات سمجھا۔بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھیمی آواز میں دعاء پڑھی ہو گی اور عوف بن مالک آپ ﷺ کے قریب کھڑے ہوں گے لہذا انہوں نے یہ دعاء سن لی،واللہ اعلم۔ نماز جنازہ کی دعاؤں کے بارے میں جو دوسری روایات ہیں ان سے بھی دعاؤں کو جہراً پڑھنے پر استدلال کیا جاتا ہے ان روایات سے بھی استدلال کی نوعیت بالکل وہی ہے جو عوف بن مالک سے استدلال کی نوعیت ہے۔۔۔۔الحاصل : نماز جنازہ میں قرات سراً پڑھنی چاہئیے کیونکہ اس بارے میں نص موجود ہے۔(صلاۃ الرسول ۴۸۳۔۴۸۴) ۔(دیکھئے براہین رضوی ، ص ۳۶۔۳۷)

اس کے بعد علیزئی کے ہی لامذہب بھائی محمد عبدہٗ فیروز آبادی کے حوالہ سے بھی لکھا تھا کہ:

"جمہور علماء سری کے قائل ہیں امام شوکانی لکھتے ہیں : " و ذهب الجمهور الى انه لا يستحب الجهر في صلاة الجنازة "۔(نیل الاوطار ۶۶/۴)۔اور حضرت ابن عباس والی حدیث کا جواب ظاہر ہے وہ خود فرما رہے ہیں: "لم اقرأ أي جهرا الا لتعلموا أنه سنة "۔اور پھر حضرت ابو امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے بتایا نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ آہستہ پڑھی جائے۔(احکام الجنائز ۱۸۷۔۱۸۸)

تنبیہ : حدیث کے الفاظ " میں نے آپ سے یہ دعا یاد کر لی " سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت یہ ادعیہ باآواز بلند پڑھتے تھے، لیکن ملا علی قاری اس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے

ہیں : یہ اسرار بالدعا کی مندوبیت کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں جہراً (اگر ثابت ہو تب) پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا۔

(احکام الجنائز ۱۹۱) ۔(دیکھئے براہین رضوی ،ص ۳۸)

مگر علیزئی نے ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا، آخر کیوں ؟

صرف اس لئے کہ اپنی سوچ و فہم کو ترجیح دینا ان کے سر پر سوار ہے، مگر اپنے رسائل و کتب میں جابجا لکھتا ہے کہ جمہور کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، پس جب تمہارے اپنے بھی اس مسئلہ میں جمہور سے نماز جنازہ میں سر ہی نقل کر رہے ہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جناب اپنی تمام تحریرات کو اکثر بھول جاتے ہیں، جیسا کہ دارقطنی کی "العلل" کو مخبوط الحواسی میں "سنن" بنا دیا۔

ثانیاً : علیزئی کے مسلکی بھائی عبد الرؤف سندھو کے بقول سراً قرات پر نص موجود ہے اور علیزئی نص کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے چند وہابیوں کو خوش کرنے کے لئے اپنے ہی فہم کو ترجیح دینے پر بضد ہے، جس میں نہ جمہور کا پاس اور نہ ہی حقیقت کا ساتھ۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی ایک نئی دلیل دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ : " عرض ہے کہ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف (ثقہ تابعی) نے فرمایا :"""صلیت خلف ابن عباس علی جنازة فقرأ بفاتحة الکتاب وسورة وجهر حتی أسمعنا ...فقال : سنة و حق "" میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی ، حتی کہ ہمیں سنائی۔۔۔پس فرمایا : یہ سنت اور حق ہے۔سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۸۹،و سندہ صحیح /ترقیم تعلیقات سلفیہ)۔جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تو جہری نماز جنازہ کو سنت کہتے تھے ، جبکہ لا مذہب رضا خانی نے اپنی کتاب (براہین رضوی یعنی گالی نامے) کی عبارتِ مذکورہ میں اس حدیث کی مخالفت کر رکھی

ہے ، نیز ” سمعت “ یعنی میں نے سنا ، سے بھی دعاؤں کا جہری ہونا ثابت ہے۔یاد رہے کہ سمعت ، فہمت اور حفظت میں کوئی تعارض نہیں ، کیونکہ سنی ، سمجھی اور یاد کر لی ، لہذا یہاں بعض علماء کا بعید تاویل کرنا بے دلیل اور محل نظر ہے۔

(الحدیث ، شمارہ ٨٦ ص ٤١۔٤٢)

جواب : اولاً : تابعین تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا ان سے سنا مگر یہ ”طابعی “ کیا ہوتا ہے ، یہ کن لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے علیزئی صاحب ذرا اس کی وضاحت فرمائیں ؟۔اگر کہیں کہ یہ کمپوزنگ میں غلطی کی وجہ سے لکھا گیاہے تو بھی درست نہیں کیونکہ کمپوزنگ میں عموماً طور پر ان پیج میں (Phonetic Keyboard) استعمال ہوتا ہے اور اس میں ”ت ‘‘t ‘‘ کے ساتھ لکھا جاتا ہے جب کہ ”ط ‘‘v’’ ‘‘ کے ساتھ۔

ثانیاً : قطع نظر اس کے کہ علیزئی نے اپنی پہلی روایت کے متعلق اور ہماری طرف سے اس پر لکھے گئے جواب کے متعلق کیوں خاموشی اختیار کی ، عرض ہے کہ علیزئی کی نئی پیش کردہ روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ اس روایت میں بعض طریق میں صرف سورۂ فاتحہ کا ذکر ہے اور بعض میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت کا بھی ، اور بعض میں صرف سنت کا ذکر ہے اور بعض میں سنت کے ساتھ لفظ حق بھی موجود ہے، لہذا اس روایت کے متن میں اضطراب پایا جاتا ہے ، پس یہ روایت مضطرب ہے جس سے جناب کا دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔

ثالثاً : یہ روایت صریح مرفوع نہیں ،اس کے حکمی مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ جناب کے ہی بزرگ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ : ” واذا قال الصحابی السنۃ كذا و أمرنا بكذا فليس هذا اسنادا[مسندا] ولا يقطع على أنه عن النبى

ﷺ و لا ينسب الى أحد قول لم يرو أنہ قالہ ولم يقم برهان على انہ قالہ ....''۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج۲ ص ۲۰۲ ، وفی نسختۃ : ۷۲/۲)

یعنی اور جب صحابی کہے کہ یہ سنت ہے یا ہمیں ایسا حکم دیا گیا ہے تو یہ مرفوع نہیں ہے اور نہ ہی یہ قطعی بات ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ہے اور کسی ایک سے بھی جو الفاظ مروی نہیں ان کو آپ کی طرف منسوب کرنا کہ آپ کا یہ قول ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے۔

اس پر کئی روایات نقل کرنے کے بعد ان مثالوں میں ایک روایت یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما والی ابن حزم نے نقل کی ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جناب کے بزرگ کے نزدیک بھی یہ روایت مرفوع نہیں، جب یہ روایت صریح مرفوع نہیں تو جناب کا ہمارے سوال کے جواب میں اس کو دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔

رابعاً: نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں غیر مقلدین کے نظریات بھی جدا جدا ہیں، بعض نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض قرار دیتے ہیں جیسا کہ اسی علیزئی کی تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع ہونے والی ''تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول ﷺ '' پر ''فوائد و تعلیق '' کا کام غلام مصطفی ظہیر امن پوری کے قلم نے کیا جس میں وہ لکھتا ہے کہ ''نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ،اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی ہے ''(ایضا ص ۳۵۲)۔

مگر انہی کا ایک بھائی اسی صادق سیالکوٹی کی اسی کتاب پر تخریج و تعلیق کا کام کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ : '' اس تفصیل سے میرا مقصود نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا اثبات نہیں کیونکہ

اس بارے میں دوسری روایات بھی ہیں"۔(صلاۃ الرسول ﷺ ، تخریج و تعلیق ،عبد الرؤف سندھو ، ص ۴۷۷)۔

اگر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ فرض ہے تو علیزئی صاحب بتائیں کہ وہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالی عنہم جو نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے ان کی وہ نمازیں ہوئیں یا کہ نہیں؟۔جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہماوغیرہ۔

خامسا : علیزئی کا لکھنا کہ : "جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تو جہری نماز جنازہ کو سنت کہتے تھے ، جبکہ لا مذہب رضا خانی نے اپنی کتاب (براہینِ رضوی یعنی گالی نامے) کی عبارتِ مذکورہ میں اس حدیث کی مخالفت کر رکھی ہے "۔

مذکورہ روایت کو علیزئی کا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے جہری پڑھنے پر دلیل بنا ناغلط و بے بنیاد ہے، جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ،اور انہی کے ایک بھائی نے لکھا ہے کہ:

''جنازہ میں باآواز بلند قرأت کی صراحت نہ تو صحیح مسلم اور نہ ہی حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ملتی ہے بلکہ جنازہ میں سرا قرأت کرنا نص صریح سے ثابت ہے"۔

(صلاۃ الرسول ﷺ ، تخریج و تعلیق ،عبد الرؤف سندھو ، صفحہ ۴۸۳)

پس معلوم ہوا کہ انہی کے نزدیک سری نمازجنازہ پر نص صریح قائم ہے تو علیزئی کا اپنی فہم و سوچ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت سے نماز جنازہ کو جہری ثابت کرنا بقول سندھو صاحب نص صریح کی مخالفت کرنا ہے ،اور اپنے ہی دوسرے مولوی فیروز آبادی کے بقول جمہور کی بھی مخالفت کرنا ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔اس کے بعد معانی ذکر کر کے علماء کی تاویل کو علیزئی کا بے دلیل کہنا خود بے دلیل اور باطل و مردود ہے ، کیا وہ علماء عربی لغت سے ناواقف تھے جو آج جناب کو یہ معنی نظر آ گئے اور آپ اس کی حقیقت کو پا گئے ؟۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : " بعض حنفی علماء نے لکھا کہ : " یہاں جہراً پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا۔" معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ میں جہراً دعا کرنا بطور تعلیم ثابت ہے لہذا آج کل بھی کوئی اگر بطور تعلیم جہری دعا پڑھتا ہے تو جائز ہے۔(الحدیث ،شمارہ ۸۶ ، ص ۴۲)

جواب : اولاً : یہ صرف بعض حنفی علماء نے نہیں لکھا بلکہ عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے جناب نے ایسے لکھ دیا حالانکہ جناب کے اپنے اسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی ثابت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو :عبد الرؤف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ : " بعض نے اونچی قرأت پر حدیث ابن عباس۔۔۔سے حجت لی ہے مگر اس سے حجت لینا درست نہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فاتحہ کو تعلیم کی غرض سے بآواز بلند پڑھا تھا نہ کہ اس اعتقاد سے کہ اس کا جہراً پڑھنا مسنون ہے۔مسند شافعی (۳۵۹) مستدرک حاکم (۱/۲۵۸) اور بیہقی (۳۹/۴) میں ابن عجلان عن سعید بن ابی سعید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے نماز جنازہ میں الحمد للہ بآواز بلند پڑھی اور پھر فرمانے لگے " انما جھرت لتعلموا انھا سنۃ۔یعنی میں نے اسے بآواز بلند اس لئے پڑھا ہے تا کہ تمہیں علم ہو جائے کہ (فاتحہ پڑھنا) سنت ہے۔اس حدیث کی سند حسن ہے امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے مگر یہ مسلم کی شرط پر نہیں ہے۔اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ابن عباس نے فاتحہ کو جہراً تعلیم کی غرض سے پڑھا تھا اور دوسری یہ کہ اس کا نماز میں جہراً پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس کا جہراً پڑھنا مسنون ہوتا تو ابن عباس ہر گز یہ نہ فرماتے ' انما جھرت لتعلموا انھا سنۃ فافھم و تدبر ۔(صلاۃ الرسول ﷺ ، ص۴۸۳)

قارئین کرام ! عبد الرؤف سندھو صاحب جس روایت کی سند کو حسن کہہ رہے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بقول ان کے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا سنت سمجھتے تھے مگر آج کے یہ لا مذہب نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض قرار دے رہے ہیں ،جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔پس معلوم ہوا کہ علیزئی کا مذکورہ روایت کو نقل کرنا اور اس کی تصحیح کا قائل ہونا درحقیقت اپنے لا مذہبوں کے نظریات کا خون کرنا ہے۔

ثانیا : علیزئی کا لکھنا کہ : " لہذا آج کل بھی کوئی اگر بطور تعلیم جہری دعا پڑھتا ہے تو جائز ہے " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علیزئی اس بات کا قائل ہو چکا ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بطورِ قرأت نہیں بلکہ بطورِ دعا ہے اسی لئے تو دلیل فاتحہ کی دے کر اسے دعا لکھ رہا ہے۔

ثالثا : تعلیم کی خاطر کبھی آواز کو بلند کر دینا اور چیز ہے اور معمول بنالینا اور چیز ہے، جناب کے غیر مقلد لا مذہب بھائیوں نے تو اس کو معمول بنا رکھا ہے جس کا ثبوت عام وہابی جنازے ہیں۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " قنوت نازلہ میں دعائے قنوت پر لوگوں کا آمین کہنا ثابت ہے۔(دیکھئے الحدیث ۵۶ص ۴۱) اور اس سے استدلال کر کے قنوت وتر میں آمین کہنا بھی جائز ہے ، کیونکہ اس کے مقابلے میں کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔جب مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے استدلال کرنا یا دو ایک دوسرے سے مشابہ دلائل سے استنباط کرنا بالکل جائز ہے "۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ،ص ۴۲)

جواب : اولاً : مسئلہ چل رہا تھا نماز جنازہ میں امام کا بلند آواز سے دعائیں پڑھنا اور مقتدیوں کا صرف آمین، آمین کہنا ،مگر نہ جانے علیزئی صاحب کیوں حواس باختہ ہو کر قنوتِ نازلہ کی

طرف آ گئے، پھر مجھے کہتے ہیں کہ مجھے مختل الحواس کہہ کر گالی دی ہے۔علیزئی صاحب! اگر ابھی بھی جناب کو میرے سے شکوہ ہے تو کسی اپنے سے ہی پوچھ لیجئے کہ جس آدمی کو بات کرتے ہوئے اس بات کا بھی علم نہ رہے کہ بات کس مسئلہ میں ہو رہی ہے اس کو مختل الحواس کہنا کون سا جرم ہے ؟۔

ثانیاً : اگر جناب جنازہ کی دعاؤں کو قنوتِ نازلہ میں کہی گئی آمین پر قیاس کر رہے ہیں تو ایسے مجتہد واقعی لا مذہبوں کو مبارک ہوں۔

راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں دو لا مذہبوں کی عبارتیں اس بارے میں نقل کی تھیں ،جناب نے ان کو نہیں پڑھا، لیجئے پھر نقل کر رہا ہوں ،انہیں پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، ملاحظہ ہو : حافظ محمد گوندلوی لا مذہب نے کہتا ہے کہ : " نماز جنازہ میں نمازی اپنی جگہ دعا کرے، صرف آمین کا کہیں ذکر نہیں ہے "۔(فتاوی علمائے حدیث ۱۵۳/۵)

ایک اور لا مذہب جس کا تعلق "الاعتصام "والے لا مذہبوں سے ہے، لکھتا ہے کہ:

"نماز جنازہ کی دعاؤں پر مقتدیوں کے آمین کہنے کا ثبوت جہاں تک راقم کو معلوم ہے آنحضرت اور عہد صحابہ و تابعین میں نہیں ملتا بنا بریں اس امر کو خلاف سنت کہا جائے گا۔ (فتاوی علمائے حدیث ۱۹۱/۵) ۔(دیکھئے براہین رضوی ،ص ۳۸)

جناب کے بڑے تو اس کو خلافِ سنت کہہ رہے ہیں اور جناب ثابت کرنے کے لئے قنوتِ نازلہ کی آمین پر قیاس کرنے لگے ہیں آپ دونوں میں سے صحیح کون ہے ؟۔

پھر جناب کے محدث کے نزدیک جب قنوتِ نازلہ کا قیاس قنوتِ وتر کے بارے میں صحیح نہیں تو قنوتِ نازلہ کی آمین کو جنازہ کی آمین پر قیاس کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟۔

☆اس کے بعد علیزئی کا "سندہ حسن " کے بارے میں کلام کرنا بے محل و بے فائدہ ہے کیونکہ ہم نے انہیں آئینہ دکھانے کے لئے جو شرائط انہی کے قائم کردہ اُصولوں کے مطابق عائد کی تھیں ان میں حسن کا ذکر نہیں باقی اُصول و قواعد کا جناب کواتنا ہی پاس ہوتا تو کبھی بھی ان لا مذہبوں کے گروہ میں شامل ہو کر لا مذہبیت کو قبول نہ کرتے اور بے جا تحکم سے کام لیتے ہوئے ایسے دلائل کو کبھی بھی نقل نہ کرتے ، اگر صحیح اور حسن میں قطعا کوئی فرق نہیں تو آئمہ فن کا اپنی کتب میں کئی کئی صفحات ان کی علیحدہ علیحدہ تشریح و توضیح میں لکھ دینا کس لئے تھا۔اور ہمارا صحیح کی قید لگانا جس مقصد کی خاطر تھا اس کا ذکر پچھلے اوراق میں کر دیا گیا ہے۔

علیزئی کا سندہ حسن لکھ کر ہمارے سوالوں کا جواب دینا اور پھر کہنا کہ" ان کے بمطابق سولات و جوابات لکھے گئے ہیں" واضح ترین جھوٹ ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : ۵)"رسول اللہ ﷺ سے قنوت نازلہ میں اونچی دعائیں پڑھنا اور صحابہ کرام کا آپ کے پیچھے آمین آمین کہنا ثابت ہے جیسا کہ سنن ابی داود کی حدیث میں آیا ہے (دیکھئے الحدیث : ۵۶ ص ۴۲) ۔قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے قنوتِ وتر میں اونچی دعائیں پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہیں ، لہٰذا لا مذہب بریلوی کا واویلا مردود ہے " ۔(الحدیث ،شمارہ ۸۶ صفحہ ۴۲۔۴۳)

جواب : اولاً : قنوتِ نازلہ کے متعلق پیچھے ذکر ہو چکا اورہمارا سوال قنوتِ وتر کے بارے میں ہے نہ کہ قنوتِ نازلہ کے متعلق ، پس علیزئی کا غیر صریح دلیل دے کر ہمارے سوال کا جواب دینا باطل و مردود ہے۔

ثانیاً :آپ کے محدث البانی کے نزدیک ہی جناب کا قیاس صحیح نہیں ہے تو الحمد للہ راقم کا کلام جسے جناب واویلا کہہ رہے ہیں بالکل صحیح اور جناب کا قیاس باطل و مردود ہے۔پھر

علیزئی کا بار بار اپنے قیاس کے خلاف صریح کا ذکر کرنا کہ اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہیں اور ہماری طرف سے صریح کا لفظ لکھنا ،اچھا نہ لگنا، اس کے نفاق کے علاوہ کسی اور بات کی دلیل تو نہیں ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ : ٦)"ذراع سے مراد بعض ذراع نہیں بلکہ پوری ذراع ہے ، جس کی صراحت کف ، رسغ اور ساعد والی حدیث سے بھی ہوتی ہے ، لہذا رضا خانی اعتراض باطل ہے" ۔(الحدیث ، شمارہ ٨٦ ص ٤٣)

جواب : اولاً : علیزئی کی طرف سے لکھا گیا براہینِ رضوی کا جواب دیکھ کر بار بار خیال آتا ہے کہ یہ کس طرح دوسروں سے پوری عبارت نقل کر کے جواب دینے کا مطالبہ کرتا ہے اسے خود شرم نہیں آتی ،لیکن شرم انہیں محسوس ہوتی ہے جن میں حیا نام کی کوئی چیز ہوتی ہے ، شاید اسی لئے عزیزم فیصل خان نے راقم الحروف کو فون پر کہا تھا کہ اصل میں اس نے جواب نہیں دیا بلکہ جان چھڑانے کے لئے چند صفحات سیاہ کر دیئے ہیں۔

راقم الحروف نے تو براہینِ رضوی میں علیزئی کی پیش کردہ صحیح بخاری کی روایت کے جواب میں مختصراً ایک مناظرے کا تجرباتی حال اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری سے اس کی شرح اور انہی کے محدث کا ایک قول نقل کرنے کے ساتھ ص ٤٢ سے ٤٥ تک لکھا تھا مگر باقی ساری عبارات کو علیزئی صاحب نہ جانے کیا سمجھ کر ہضم کر گئے اور مذکورہ بالا ڈیڑھ دو سطر لکھ کر جان چھڑا لی، مگر ایسا نہیں ہو گا ،اب تو علیزئی کی ساری علمیت کا بھانڈا پھوٹے گا اور دنیا دیکھے گی ،ان شاء اللہ۔

ثانیاً :راقم الحروف نے جاہل مطلق لکھا تو علیزئی کو یہ گالی لگی اور لگے سیخ پا ہونے ،میں نے مبارکپوری کی پوری عبارت نقل کی تھی جس میں اس کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علیزئی جو پوری ذراع مراد لے رہا ہے یہ جاہل ہے، ملاحظہ ہو مبارکپوری کی عبارت براہین

رضوی سے کچھ تصرف کے ساتھ : " أبہم سھل بن سعد موضعہ من الذراع....
والمراد انہ وضع یدہ الیمنی بحیث صار وسط کفہ الیمنی علی الرسغ ،
ویلزم منہ ان یکون بعضہاعلی الکف الیسری والبعض علی الساعد ...
واعلم انہ لم یروفی روا یۃ وضع الذراع علی الذ راع ، فما یفعلہ بعض
العوام من وضع الذراع علی الذ راع بحیث انھم یضعون الکف الیمنی
علی مرفق الید الیسری او قریباً منہ ثم یاخذونہ باصابع الید الیمنی
ھو ھما لا اصل لہ ...
(المرعاۃ المفاتیح شرح مشکو ۃ المصابیح ۲/۲۹۸،۲۹۹)

سہل بن سعد نے ذراع کے حصہ میں ابہام رکھا ہے۔اور اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اس حیثیت سے رکھے کہ دائیں ہتھیلی بائیں گٹ کے اوپر آجائے اور لا زم ہے کہ کچھ حصہ دائیں ہا تھ کا بائیں ہتھیلی پر اور کچھ حصہ ساعد پر آئے گا۔اور جاننا چاہیۓ کہ کسی روایت میں بھی یہ الفاظ مروی نہیں ہیں کہ ذراع پر ذراع کو باندھا جائے اور بعض (جا ہل) عوام جو یہ کرتے ہیں کہ ذراع پر ذراع اس طرح رکھتے ہیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں کہنی تک یا اس کے قریب پہنچ جائے پھر دائیں انگلیوں سے اس کو پکڑتے ہیں ،یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

جناب علیزئی صاحب! غور کیجئے گا یہ آپ کے محدث صاحب کیا کہہ رہے ہیں ،یہ طعنہ کس کو دیا جا رہا ہے، آپ سمجھ تو گئے ہوں گے۔۔۔؟

کہیں ان جاہلوں کے قائد اور پیشوا آپ ہی تو نہیں ہیں ؟۔

پس ثابت ہو اکہ با زو کو بازو پر نہیں باندھنا بلکہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہا تھ کے گٹ پر رکھناہے، اور اس طرح ہاتھ سینہ پر نہیں بلکہ آسانی کے ساتھ زیر ناف آتے ہیں، جو طریقہ الحمد للہ اہل سنت کا ہے۔(دیکھئے براہین رضوی ،ص ۴۴۔۴۵)

پس ثابت ہوا کہ ان کے اپنے محدث کے نزدیک راقم الحروف کا اعتراض درست اور علیزئی کا واویلا باطل و مردود ہے ، الحمد للّٰہ علی ذلک ۔

☆اس کے بعد علیزئی لا مذہب نے راقم الحروف کے سوال کہ : ”کیا نماز میں کبھی دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے “کو نقل کر کے نماز کے بعد دائیں اور بائیں پھرنے پر تقریبا آدھے صفحے میں زور لگایا ہے جس کے بارے میں نہ تو سوال کیا گیا تھا اور نہ ہی اس کی یہاں ضرورت تھی اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

[قول علیزئی] ” ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسخرا اس حدیث کا یہ مطلب نکالے کہ آپ ﷺ حالت نماز میں سلام سے پہلے دائیں اور بائیں طرف پھرتے تھے تو یہ مطلب باطل ہے۔رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھے تھے ؟ نماز میں یا نماز سے بعد ؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے ، مثلاً:

۱ : مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے ہیں:

”رأیت النبي ﷺ واضعا یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ “ میں نے دیکھا: نبی ﷺ (نے) نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔(مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۱۹۶۸زوائد عبد اللہ بن احمد) سفیان ثوری کے علاوہ ابو الاحوص نے بھی ہی حدیث ” کان رسول اللّٰہ ﷺ یؤمنا فیأخذ شمالہ بیمینہ “ کے الفاظ سے بیان کی ہے۔(دیکھئے سنن ترمذی : ۲۵۲ وقال : حدیث حسن) یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے “۔

(الحدیث ، شمارہ ۸٦ ص ۴۳۔۴۴)

جواب : اولاً : عبارت کی اغلاط سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کمپوزنگ وغیرہ میں غلطی ہو سکتی ہے علیزئی صاحب !اپنی عبارت کی اصلاح کر لیں کہ پہلی حدیث کے ترجمہ میں لفظ "نے" زائد ہے جس کو بریکٹ میں کر دیا گیا ہے ،اس کے بعد "ابو الاحوص نے بھی ہی حدیث "نہیں بلکہ جملہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ : "ابو الاحوص نے بھی یہی حدیث"۔

ثانیاً :الحمد للہ ! ہم یہ نہیں کہتے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حالتِ نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے دائیں اور بائیں پھرتے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں جو سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے وہ حالتِ نماز میں نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد کا ہے۔

ثالثاً : علیزئی صاحب! جس دلیل سے نماز میں سینے ہر ہاتھ رکھنا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یعنی سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دوسری سند والی روایت۔تو عرض یہ ہے کہ اس روایت میں ہاتھوں کا نماز میں رکھنا تو موجود ہے مگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں اور راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں یہ بیان کر دیا تھا کہ : " حضرت ہلب الطائی [رضی اللہ عنہ]سے جتنی بھی مسنداحمد میں اس بارے میں روایات ہیں ان میں سے اگر کسی میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے تو "في الصلوة "کے الفاظ نہیں اور جس میں "في الصلوة" کے لفظ ہیں اُس میں سینہ پر رکھنے کا ذکر نہیں۔پس یہ روایت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے میں صریح نہیں ہے جو آپ کی دلیل بن سکے۔(دیکھئے براہین رضوی ص۴۶)

رابعاً : ابو الاحوص کی سند والی روایت جس کا ذکر علیزئی نے سنن ترمذی کے حوالہ سے کیا ہے اس میں بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے۔

خامساً : علیزئی کا لکھنا کہ :" یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے "۔

اس نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔اب ملاحظہ ہو ہمارا بیان کہ نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث میں سینہ پر ہاتھ باندھنا حالتِ نماز میں سلام

پھیرنے سے پہلے نہیں بلکہ سلام پھیرنے کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہے، ملاحظہ ہو:
" حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالی عنہ کی یہی روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: " قال سألت رسول اللّٰہ ﷺ عن طعام النصارى ، فقال لا يحيكن في صدرك طعاما ضارعت فيه النصرانية ، قال و رأيته يضع احدى يديه على الأخرى " . (المعجم الكبير ج ٩ص ٢٣٠ ح ١٧٨٨١)
حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نصاری کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل میں کھانے کے متعلق اس طرح کے وساوس پیدا نہ ہوں جن میں نصرانیت مبتلا رہی اور تم بھی انہی کی طرح شک کرنے لگو۔ فرمایا: اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔
کیوں جناب حدیث نے کیسی تشریح کی کہ حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب آپ ﷺ سے سوال فرمایا تو اس وقت کیونکہ بات سینہ کی ہو رہی تھی اس لئے آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھے، لہذا واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں اپنے ہاتھ سینہ اقدس پر نہیں باندھے تھے بلکہ بعد از نماز صحابی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے سینہ کی گفتگو کی وجہ سے اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے۔
[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ: "سماک بن حرب رحمہ اللہ کی اس حدیث پر محدثین نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے ابواب لکھے ہیں۔ مثلا دیکھئے سنن ترمذی (قبل ح۲۵۲) اور سنن ابن ماجہ (۸۰۹، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ) حافظ ابن الجوزی نے نماز کے مسائل میں ، بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا مسنون ہے کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے ۔(التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۸۳ح۴۷۷)۔(الحدیث شمارہ :۸۶ ص ۴۴)

جواب : علیزئی لا مذہب اور اس کی پارٹی سے سوال ہے کہ کیا محدثین کے ابواب تم لوگوں کو قبول ہیں ؟۔

اگر قبول ہیں تو اپنی مرضی کے خلاف محدثین کے ابواب میں موجود روایات کو کیوں اس بارے میں قبول نہیں کرتے ، مثلا : حدیث عبد اللہ بن مسعود اور براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہما۔

☆اس کے بعد علیزئی نے امام طاؤس کی مرسل روایت کا ذکر کیا ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھاہے کہ" و سندہ حسن لذاتہ "۔علیزئی صاحب! مراسیلِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ جناب پچھلے اوراق میں اپنے بزرگوں کے اقوال پڑھ آئے ہیں، لہذا جب جناب کے نزدیک موقوفاتِ صحابہ دلیل نہیں تو تابعی کی مرسل روایت کیسے دلیل بن گئی؟۔پھر اس مرسل روایت کی سند کے راویوں میں بھی کلام ہے:

ا- : سلیمان بن موسی

امام ابن جریج کہتے ہیں کہ : " وکان سلیمان یفتي فی العضل وعندہ أحادیث عجائب،[و في الکبیر] وعندہ مناکیر " .
(التاریخ الأوسط للبخاری ۱۴۹ت ۱۴۷۶، والتاریخ الکبیر ۳۹/۴) .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
"عندہ مناکیر " (الضعفاء الصغیر ص۱۶ ت ۱۴۶،الاسامی والکنی لأبی احمد الحاکم ۲۹۳) ۔

جبکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ : "قال محمد وسلیمان بن موسی منکر الحدیث أنا لا أروی عنہ شیئا روی سلیمان بن موسی أحادیث عامتها مناکیر " (العلل ، باب ماجاء في النفل ،ص۲۵۷)

امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ : " في حدیثہ بعض المناکیر " .(فتح الباب في الکنی والألقاب ،۶۷ ت ۳۹۰)

اسی طرح امام ابو احمد الحاکم نے کہاہے ، ملاحظہ ہو : (الاسامی والکنی ۲۸۹ت ۱۸۰)
امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ نے اسے ضعفاء میں شمار کیا (کتاب الضعفاء و أجوبة أبی زرعة الرازی علی سوالات البرذعی ،ج۲ ص ۶۶۲ت ۱۳۳)
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضعفاء میں شمار کیا ہے (الضعفاء والمتروکین ۱۸۶ ت ۲۵۲ وقال : أحد الفقهاء لیس بالقوي في الحدیث)
امام ابن عدی نے بھی ضعفاء میں ذکر کیا (الکامل في الضعفاء ،ج۳ت۷۴۱)
امام عقیلی نے بھی ضعفاء میں شمار کیا(الضعفاء الکبیر ج۲ ص ۱۴۰ ت ۶۳۲)
امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضعفاء میں شمار کیا (الضعفاء والمتروکین ۲۵/۲ ت ۱۵۴۹)
امام ذہبی نے بھی ضعفاء میں شمار کیا (المغنی في الضعفاء ۳۲۷ ت ۲۶۳۰)
سب کے آخر میں جناب کے محدث البانی نے بھی کہا ہے کہ : ''سلیمان بن موسی وهو متکلم فیه '' (السلسلة الضعیفة ۶تحت ح ۳۳۵۸)۔
پس معلوم ہوا کہ یہ راوی متکلم فیہ ہے اور اس کی روایات کے بارے میں اکثر آئمہ کا قول یہ ہے کہ یہ مناکیر روایت کرتا ہے۔اور امام ترمذی نے امام بخاری سے اس کے بارے میں منکر الحدیث ہونا بھی نقل کیا ہے۔
۲ :ثور بن یزید ، جس کو ابن العجمی [م۸۴۱ھ]نے مدلسین میں شمار کیا ہے ،ملاحظہ ہو: (التبیین لأسماء المدلسین ۱۸ ت ۸)۔اور یہ صیغہ عن سے روایت کر رہے ہیں۔

[قول علیزئی] اس کے بعد علیزئی کا لکھنا کہ : "کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، لہٰذا رضا خانیوں کی خود ساختہ تحریفات باطل و مردود ہے۔

جواب : اولاً: علیزئی صاحب! لفظ "تحریفات" واحد نہیں جمع ہے ، اور لفظ "ہے" جمع نہیں واحد ہے۔

ثانیاً : الحمد للہ ! راقم الحروف نے علیزئی کی مرضی کے مطابق کہ حدیث، حدیث کی تشریح کرتی ہے سے واضح کر دیا کہ یہ واقعہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سوال کے جواب، جس کا تعلق سینہ سے تھا، کی وجہ سے پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر سینہ پر رکھا تھا ، لہٰذا یہ تحریف نہیں بلکہ حدیث سے حدیث کی تشریح ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : " تنبیہ : روایت مذکورہ کی سند حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور بعض رضا خانیوں کی سماک بن حرب اور قبیصہ بن ہلب پر جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں ، نیز یہ روایت سماک کے اختلاط سے پہلے کی ہے ، بعد کی نہیں ، لہٰذا اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔(الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۴۴۔۴۵)

جواب : اولاً : علیزئی صاحب !اگر یہ روایت باعتبار سند صحیح ہی تھی تو اتنے تکلفات میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی ،صرف صحیح لکھتے اور اس کو صحیح ثابت کرتے، مگر وہ تو جناب سے ہو نہ سکا، اب لگے ہو ادھر ادھر کی ٹاک ٹوئیاں مارنے ،مگر یاد رکھو ان سے کام نہیں چلے گا۔

ثانیا : راقم الحروف نے سماک بن حرب کے بارے میں مختصر مگر جامع کلام کرتے ہوئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے اس پر تلقین قبول کرنے کی جرح ،جس کو جناب نے خود تسلیم

کیا ہے ،کے تحت ذکر کیا تھا کہ جناب کا بزرگ ابن حزم تو صرف اسی ایک جرح کی وجہ سے اس کی روایت کو ضعیف قرار دے رہا ہے اور ساتھ ہی امام خطیب بغدادی اور ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہما سے اُصول بھی بیان کیا تھا ،مگر اس کا جواب دینے سے کیوں جناب نے راہ فرار اختیار کی ؟،کرتے ہمت اور دیتے سارے مضمون کا جواب، مگر وہ نہ ہو سکا اور نہ ہی ہو سکے گا ان شاء اللہ العزیز۔

ثالثاً :کیا امام خطیب بغدادی ، ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہما اور جناب کا بزرگ ابن حزم غیر مقلد بھی اس جمہور والے اُصول سے بے خبر تھے ؟کہ چودھویں ،پندرھویں صدی میں جناب کو یاد آ گیا۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ: ”نیز عرض ہے کہ زمانۂ تدوین حدیث میں تدلیس اور ارسال خفی کو ایک سمجھنا علیحدہ چیز ہے اور چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں غیر مدلس کو مدلس کہنا علیحدہ چیز ہے ، لہٰذا عباس رضوی نے امام سماک بن حرب رحمہ اللہ کو مدلس کہہ کر ضرور جھوٹ بولا ہے ، یا نرم الفاظ میں : غلط بیانی کی ہے۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب :اولاً : راقم الحروف نے سماک بن حرب کی تدلیس کے حوالہ سے براہینِ رضوی میں وضاحت کر دی تھی مگر علیزئی کو وہ شاید گوارا نہیں ،تو علیزئی بتائے آج تک سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے میں اس کے بزرگ جھوٹ بولتے رہے ہیں ؟۔

ثانیاً : علیزئی نے جتنی باتوں سے رجوع کیا ہے وہ سب جھوٹ ہیں ؟

ثالثاً : علیزئی صاحب ! اگر چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں کسی غیر مدلس کو مدلس کہنا جھوٹ ہے تو سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے میں جناب کی ساری کی ساری تحقیق جھوٹ

ہے جس کے گواہ جناب کے اپنے بزرگ بھی ہیں جو آج تک سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس مانتے تھے اور مان رہے ہیں۔

رابعاً: براہینِ رضوی میں راقم الحروف نے لکھا تھا کہ "راقم الحروف کی غلطی سے سماک بن حرب کے بارے میں لکھا گیا تھا کہ وہ مدلس ہے "دیکھئے براہینِ رضوی، حاشیہ ۵۲" مگر اس کے باوجود تمہارا یہ لکھنا کہ" عباس رضوی نے امام سماک بن حرب کو مدلس کہہ کر ضرور جھوٹ بولا ہے"، یہ خود بہت بڑا جھوٹ ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ: "۷) القاموس الوحید میں رسغ کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔(ص ۶۲۲) اور علمی اردو لغت میں کلائی کا معنی "ساعد، پہنچا" وغیرہ لکھا ہوا ہے (۱۱۴۴) اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو وہ رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آ جاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔(الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب: اولاً: راقم الحروف نے "المنجد، لسان العرب، النهاية في غريب الحديث والأثر، اور کتاب العين "اتنی کتب سے بیان کیا تھا کہ رسغ کا معنی "گٹا، پہنچا" یعنی ہاتھ اور بازو کے درمیان والا جوڑ ہے، مگر علیزئی نے یہاں اپنا مقصد حاصل کرنا تھا تو جمہور کے دعوے کرنے والے نے جمہور کو چھوڑ کر ایک القاموس الوحید کو ہی تھامنے میں عافیت سمجھی کیوں کہ مطلبی لوگوں کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے کہ بس اپنے مطلب کے خلاف تو ہم کسی کی نہیں مانتے، مگر اپنے مطلب کے لئے ایک دیوبندی جن کے بارے میں علیزئی کی تحریرات قابلِ دید ہیں کہ خود انہیں مسلمان بھی نہیں سمجھتا مگر مطلب کے وقت ان کے دامن کو چھوڑنا گوارا نہیں کر رہا۔

ثانیاً : ظہر الکف ، رسغ اور ساعد کا مجموعہ اگر پوری ذراع ہے جو کہ بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہے تو ہاتھ کو رکھنے کا محل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ :

"قال : قلت : لانظرن الی رسول اللّٰہ ﷺ کیف یصلی قال فنظرت الیہ قام وکبر ورفع یدیہ حتی حاذتا باذنیہ ثم وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ من الساعد " (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۲۸ ، نشر السنة ، ملتان ،والسنن الصغری ج ۱ ص ۱۲۳۔۱۲۴(۳۵۱)، دار المعرفة ، بیروت ، لبنان ، وفي نسخة : ۱ ص ۱۴۶،جامعة الدرسات الاسلامیة ، کراچی ، و ذکرہ الحافظ في فتح الباری ۱۷۸/۲، دار احیاء التراث العربی ، وعزاہ الی ابی داود والنسائی ،و قال : وصححہ ابن خزیمة وغیرہ ، والعینی في عمدة القاری ۱۷۸/۵، مکتبہ رشیدیہ کراچی ، والزرقانی في شرح الموطأ ۴۵۵/۱ ،دار الکتب العلمیة ،بیروت ، وصدیق بن حسن القنوجی في مسک الختام ، ج۱ ص ۴۰۵ ،المکتبة الاثریة ،جامع اہلحدیث باغوالی ،سانگلہ ہل ،پاکستان ، وعبید اللّٰہ المبارکبوری في مرعاة المفاتیح ۳ / ۶۱ ،الجامعة السلفیة ،بنارس الھند ، وغیرہم۔

پس جب محل واضح ہے کہ گٹ یعنی پہنچے پر رکھنا ہے، تو علیزئی کا بے جا تاویلات کرنا باطل و مردود ہے ،جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور آگے بھی انہی کے محدث و بزرگ سے بیان ہو گا، ان شاء اللہ۔

ثالثاً:اس طرح ان احادیث پر عمل کیا جائے تو سینہ پر نہیں بلکہ آسانی سے ہاتھ تحت السرۃ آتے ہیں، تجربہ شرط ہے ،مگر یہ لوگ تجربہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں جیسا کہ مری کے مناظرہ میں ہوا تھا جس کی روئیداد پہلے سے شائع شدہ ہے اور مختصراً براہینِ رضوی میں بھی بیان کیا گیا تھا۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : "ید : ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔)دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا نا ممکن ہے ، اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے لہذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۴۵)

جواب: اولاً: علیزئی صاحب ! کیا بھول گئے ہیں کہ جناب خود لکھ چکے ہیں کہ "صرف احتمال کی بنیاد پر خصوصیت ثابت کر دینا صحیح نہیں ہے " (دیکھئے عبادات میں بدعات ،حاشیہ ص ۷۱) اور یہاں صرف اپنی طرف سے احتمال بیان کر کے خصوصیت ثابت کرنے لگے ہوئے ہیں، کیا یہ صرف مسلک پرستی کی وجہ سے جناب نے دوغلا پن اپنا رکھا ہے ؟۔

آپ کی یہ باتیں پڑھ کر راقم الحروف کو وہ مثال یاد آ گئی کہ " گدھا برسات میں بھوکا مرے "۔

ثانیاً: راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں پہلے ہی اس عمومی استدلال کے بارے میں جناب کے محدث و بزرگ کے حوالہ سے بیان کر دیا تھا، جیسا کہ پیچھے بھی ذکر ہوا کہ یہ وہ عمل ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔(دیکھئے براہین رضوی ، ص ۵۴۔۵۵)

ثالثاً : جب خاص موجود ہے تو عموم سے استدلال کیوں ؟اس حصہ کا تعین حضرت وائل رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں موجود ہے، پھر علیزئی کا عموم سے استدلال بھی باطل و مردود اور صرف از صرف مسلک نوازی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ : " شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے - (مرعاة المفاتیح ۶۰/۳) اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ : '' وهذه الكيفية تستلزم أن يكون الوضع على الصدر اذا أنت تأملت ذلک و عملت بها''

جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آ جاتے ہیں۔(تعلیقات المشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۹) ۔۔۔اس کے بعد البانی کی ''اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۸ '' کی ایک عبارت نقل کی۔۔۔۔پھر کہا کہ : '' ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے ، لہٰذا رضاخانی کا اعتراض مردود ہے۔ (الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۴۵۔۴۶)

جواب : اولاً : عبید اللہ مبارکپوری نے صرف اپنے اجتہاد سے یہ کلام نہیں لکھا بلکہ اس کے سامنے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت بھی تھی جس میں ''والرسغ من الساعد '' کے الفاظ ہیں ، پس اُس نے تو اِس روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بارے میں درست اور صاف و شفاف بات لکھی تھی، مگر علیزئی کے نظریات کو تباہ کر رہی تھی اِس لئے علیزئی نے اُس کو اجتہادی خطا لکھ مارا ، در حقیقت اپنا بزرگ تھا اس کی بات مکمل اپنے خلاف نظر آئی پھر بھی اجتہادی خطا کا نام دے دیا ، اگر یہی کام کسی اور سے سر انجام پاتا تو یہ لا مذہب اس کو باطل و مردود سے کم نہ لکھتا۔

ثانیاً : قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں ان لا مذہبوں کی چالا کیا ں : یہی علیزئی لکھتا ہے کہ : '' ہم کتاب و سنت کا خود تراشیدہ مفہوم نہیں لیتے بلکہ ہر حوالے کے لئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کو ترجیح دیتے ہیں '' (مقالات ،ج ۳ ص ۲۴)

صحیح بخاری کوئی ایسی کتاب نہیں، جس کی کوئی شرح سلف صالحین نے نہ کی ہو، بلکہ ایک ایسی متداول کتاب ہے کہ جس کی شروحات تقریبا حدیث کی تمام کتب کی شروحات سے

زیادہ لکھی گئی ہیں اور تقریبا ہر محدث و شارع نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح کی ہے، مگر چودھویں صدی ہجری تک تو کسی کے فہم میں یہ بات نہ آئی کہ اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے اور کسی نے نہ لکھا کہ ذراع پر ذراع رکھنا درست ہے، مگر علیزئی کے اپنے مقصد کے حصول کی بات تھی تو تمام شارحین کو چھوڑ کر البانی سلف اور صالح نظر آ گیا جس کا قول تمام کے قول کے مقابل تسلیم کر لیا۔

ثالثاً: البانی کے ہم عصر شیخ شعیب الارنؤوط وغیرہ نے اس بارے میں البانی کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: '' قلنا : قول الألباني رحمه اللّٰه في صفة الصلاة : وضعهما على الصدر هو الذى ثبت في السنة ، تعنت لا وجه له ، ففى ''بدائع الفوائد ٩١/٣ '' لابن القيم : واختلف في موضع الوضع فعنه : [أي عن الامام أحمد] فوق السرة ، وعنه تحتها ، وعنه : قال أبو طالب سألت أحمد بن حنبل : أين يضع يده اذا كان يصلي ؟ قال : على السرة أو أسفل ۔و كل ذلک واسع عنده ان وضع فوق السرة أو عليها أو تحتها ۔ (ذيل مسند احمد ،ج ٣٦ ص ٣٠٠ تحت ح ٢١٩٦٧، مؤسسة الرسالة ،الطبعة الأولى ١٤٢١هـ۔٢٠٠١ء)

پس ثابت ہوا کہ چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں البانی اور علیزئی جیسے لا مذہبوں کا اس کو راجح قرار دینا جمہور کے مقابلہ میں باطل و مردود ہے۔

[نوٹ :] حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ،جس کو علیزئی حسن لذاتہ کہتا ہے اس کی سند کوشعیب وغیرہ نے مسند احمد کے ذیل میں ضعیف قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

(مسند احمد ج ٣٦ ص ٢٩٩ ، تحت ح ٢١٩٦٧، مؤسسة الرسالة)

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ: " ٨) راقم الحروف نے اس کا جواب صاف الفاظ میں اور صحیح بخاری کی حدیث کے ساتھ دے دیا ہے اور " ۔۔چپ نہ شود " کے اصول پر عمل

کرتے ہوئے رضاخانی لا مذہب نے الفاظ کا گورکھ دھندا بننے کی کوشش کی ہے۔(الحدیث ، شمارہ ٨٦ ص ٤٦)

جواب : اولاً : ہمارے سوال کے جواب میں جناب کا تہجد کی اذان کے لئے صحیح بخاری کی روایت کو پیش کرنا اور جناب کے ہی بزرگوں کا اس کے بارے میں لکھنا کہ:

''صحیح بات یہی ہے کہ وہ فجر کے لئے تھی'' اس بات کا آئینہ دار ہے کہ لا مذہبوں کے مسلک میں گدھوں کا ہل چل رہا ہے۔

ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟

ثانیاً : راقم الحروف نے بھی صحیح بخاری کی روایت سے ہی براہینِ رضوی میں یہ ثابت کیا تھا کہ ان دونوں اذانوں میں صرف فرق اتنا ہوتا تھا کہ ایک اذان کہہ کر نیچے اُترتے اور دوسرے اذان کہنے کے لئے اُوپر چڑھتے ،لہذا اس میں تہجد کس طرح پڑھی جاسکتی ہے مگر جناب نے مسلک پرستی کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا انکار تو نہ کیا مگر یہ لکھ دیا کہ:'' دوسرے دلائل کی رُو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے''۔ (دیکھئے الحدیث : ٥٦ ص ٤٤ و ٨٦ ص ٤٧)

صحیح بخاری کی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی اس حدیث کو دیکھ اورپڑھ کر جناب کا اپنے مسلک والوں کے دفاع میں ایسا لکھنا درحقیقت الفاظ کا گورکھ دھندا بننے کی کوشش کرنا ہے اور ''کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی '' کا مصداق ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : '' ہمارے علاقے میں بریلوی رضا خانی حضرات کے پیروں کی ایک گدی ہے ، جسے ''دریا شریف '' کہتے ہیں ، وہاں ہمیشہ تہجد کی اذان ہوتی ہے

جسے سحری کے وقت روزانہ سنا جا سکتا ہے ، لہذا عرض ہے کہ ذرا اپنی چارپائی کے نیچے بھی لاٹھی پھیر کر دیکھیں۔!(الحدیث ، شمارہ ۸٦ ص ۴٦)

جواب : اہل سنت کی کسی مسجد میں اگر سحری کے لئے اذان دی جاتی ہے تو ہم یہ تو نہیں کہتے کہ یہ عمل سنت ہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں یا خلفاء راشدین کے دور میں سحری کے لئے اذان کہنے کی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں ،کسی علاقہ میں اگر کوئی اہلِ سنت میں سے یہ عمل کرتا ہے تو اس کا یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، مگر جناب تو اس کے ثبوت کے لئے صحیح صریح روایات میں بھی مسلک کے دفاع کے لئے تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کے ثبوت پر دلائل فراہم کرنے لگے ہوئے ہیں ،یاد رکھیں کہ راقم الحروف کی رہائش گاہ کے ساتھ والی گلی میں لا مذہبوں کی مسجد جس کا نام "جامع مسجد توحید" رکھا گیا ہے اس میں رمضان المبارک کی گزرنے والی ۲۳ راتیں تو کم از کم متواتر اہل علاقہ سنتے رہے ہیں کہ اذانِ فجر سے تقریبا ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اذان ہو رہی ہے ، اسی طرح گردو نواع کی اکثر لا مذہبوں کی مسجدوں میں بھی یہی صورتِ حال ہے، پھر یاد رہے کہ غیر مقلدوں کی مساجد میں اس اذان کا تعلق صرف رمضان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تقریبا پورا سال یہ اذان ہوتی ہے۔

ہم نے تو یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ لوگوں کو علم ہو سکے کہ ہر بات میں صحیح صریح حدیث کا مطالبہ کرنے والوں اور اپنے آپ کو خالص موحد واہل حدیث کہلوانے والوں کے گھر میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟، اور الحمد للہ ! علیزئی اور اس سے قبل تیر آزمائی کرنے والوں کی طبع آزمائی سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ لوگ صرف دعوے کی حد تک ہی موحد و اہل حدیث ہیں ،حقیقت میں ان کے پلے کچھ نہیں۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھاہے کہ : " دوسرے یہ کہ رضا خانی لا مذہب نے بعض اہل حدیث علماء کے اقوال پیش کئے ہیں کہ یہ تہجد کی اذان نہیں بلکہ فجر کی اذان تھی ، تو عرض ہے کہ پھر آپ لوگوں کو کس نے اختیار دیا ہے کہ اہل حدیث کے خلاف عمومی اعتراض کریں ؟ بعض لوگوں کے اجتہاد کی وجہ سے تمام لوگوں کو مطعون کرنا غلط ہے۔ (الحدیث، شمارہ ٨٦ ص ٤٦۔٤٧)

جواب : اولاً : علیزئی صاحب! جناب نے یہ لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ اہلِ سنت کے غیر مفتٰی بہ اقوال کو پیش کر کے لا مذہب جو واویلا کرتے ہیں ان کا شوروغل سرا سر غلط ہے اور ان بے مہار شتروں کا اہلِ سنت پر اعتراضات کرنا باطل و مردود ہے۔

ثانیاً : اگر لامذہبوں کے بزعم خویش مجتہدین صحیح، صریح احادیث کے خلاف بھی قیاس و اجتہاد کر لیں تو اس وجہ سے تمام لا مذہبوں کو مطعون کرنا اگرغلط ہے تو آئمہ فقہاء میں سے بعض کے اجتہادی مسائل میں اہلِ سنت کو مطعون کرناتو لا مذہبوں کا نہ صرف غلط بلکہ باطل و مردود ہی قرار پائے گا۔

ثالثاً : عمومی اعتراض اس لئے کیا گیا تھا کہ لا مذہبوں کی اکثریت کی صورتِ حال یہ ہے کہ جب ان سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال ہو اور ان کی طرف سے دیئے گئے جواب کے خلاف انہی کے بزرگ سے کوئی بات ان کے خلاف بیان کی جائے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی تحقیق ہے اور یہ ہماری تحقیق ہے ،یعنی ہر کوئی اپنی من مانی کرتے ہوئے شتر بے مہار ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے، اور ہمارے علاقہ میں اکثریت لا مذہبوں کی مساجد میں یہ کام ہوتا ہے، لہٰذا لا مذہبوں کی ہر مسجد کا امام اپنے آپ کو مجتہدِ مخواہ سمجھتا ہے اور دعوی یہی کرتا ہے کہ ہم صحیح ، صریح ،مرفوع احادیث پر عمل کرتے ہیں کسی کے قول پر

نہیں، تو ان کو ان کی حقیقت کا آئینہ دکھانے کے لئے اس سوال کا کرنا نہ تو غلط اور نہ ہی ناروا تھا بلکہ بالکل صحیح اور درست تھا۔

رابعا : علیزئی کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ لا مذہبوں کا جاہل عوام کی وجہ سے بعض افعال کی بنا پر اہلِ سنت پر بدعت اور شرک کے فتوے لگانا نہ صرف غلط و بے بنیاد عمل ہے بلکہ باطل و مردود بھی ہے۔

☆☆اس کے بعد علیزئی لکھتا ہے کہ : "اور دوسرے دلائل کی رُو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے " (الحدیث :۵٦ ص۴۴) اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور دوسرے صحیح العقیدہ لوگ اپنے اجتہاد پر ماجور ہوں گے۔ ان شاء اللہ (الحدیث ،شمارہ ۸٦ ص ۴۷)

علیزئی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ چودہویں پندرھویں صدی ہجری میں ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی قسم کے دلائل کی رو سے اگر لا مذہب دو علیحدہ علیحدہ قسم کے اجتہاد کر سکتے ہیں،اوراپنے مخالف اجتہادات کے باوجود وہ گناہگار نہیں بلکہ اپنے اجتہاد پرماجور ہوں گے تو آئمہ سلف صالحین جن کی امامت و جلالت پر ایک جماعت گواہ ہے اگر وہ اپنے اجتہاد کی بنا پر کوئی مسئلہ کسی دوسرے کے خلاف نکالتے یا بیان کرتے ہیں تو ان کو قابلِ گردن زدنی اور گمراہ و بدعتی جیسے الفاظ سے یاد کرنا انصاف کا خون کرنا ہے۔

جبکہ اس اذان کے بارے میں تو ایک لا مذہب ہی لکھتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر براہینِ رضوی میں بھی کیا گیا تھا کہ : مولوی ابو البرکات لا مذہب کا فتویٰ:

سوال : بعض مساجد میں تہجد کی اذان ہوتی ہے ہم ان سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے وہ یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب حضرت بلالؓ اذان کہیں تو تم کھاؤ پیو اور جب عبد اللہ بن ام مکتوم اذان کہیں تو تم کھانے پینے سے

رک جاؤ اس میں وقت کی تعین نہیں ہے لہذا اسے تہجد کی اذان کہنا درست ہے۔(محمد حسین جنڈیالہ باغوالہ)

جواب : " اس حدیث سے استدلال غلط ہے کیونکہ بلال کی اذان فجر کی تھی کیونکہ فجر کے وقت نیند کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے فجر سے چند منٹ پہلے بلال کی اذان ہوتی تھی اگر یہ اذان سحری یا تہجد کی ہوتی تو فجر سے تقریبا گھنٹہ پہلے ہونی چاہیے تھی، لیکن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بخاری مسلم وغیرہ کتب احادیث میں روایت موجود ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہافرماتی ہیں کہ دونوں اذانوں کے درمیان صرف اتنا فرق تھا کہ بلالؓ اذان کہہ کر اترتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ اوپرچڑھ کر اذان کہہ دیتے تھے اتنے فاصلے میں تہجد کیا پڑھی جاتی ہے اور سحری کا کھانا کیسے کھایا جاتا ہے۔

کسی محدث نے آج تک کتب احادیث میں تہجد یاسحری کی اذان کا باب نہیں باندھا معلوم ہوا کہ اس قسم کی اذان شریعت میں ہے ہی نہیں۔۔۔(فتاوی برکاتیہ ص۲۳۔۲۴)

جس سے معلوم ہوا کہ یہ اذان بہرحال تہجد کے لئے نہ تھی۔باقی رہی یہ بات کہ یہ پورا سال چلتی تھی ،تو ایسی روایت اگر کوئی ہے تو اس کو پیش کیا جانا چاہیے تھا۔(دیکھئے براہین رضوی ص ۵۹)

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ : " ۹)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اور اس پر عباس رضوی کے تمام اعتراضات باطل و مردود ہیں۔حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر " ذكر ما يستحب للامام أن يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم عند ابتداء قراء ة فاتحة الكتاب " کا باب باندھا ہے۔(قبل ح ۱۷۹۴) (الحدیث ، شمارہ ۸٦ ص ۴۷)

جواب: اولاً : الحمد للہ ! قبلہ استاد محترم ،مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی و حفظہ اللہ تعالی نے اس پر جتنے بھی اعتراضات کیے ہیں وہ باطل مردود نہیں بلکہ آپ نے جو اعتراضات کئے ہیں ان میں آپ کو حافظ ابن حجر عسقلانی ،ابو بکر الجصاص ،ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم جیسے لوگوں کی تائید حاصل ہے، حتی کہ جناب کے مذہب کے مؤسس اول ابن تیمیہ ،پیشوائے وہابیہ ابن قیم،جناب کے سلف البانی اور عبد الرؤف سندھو غیر مقلد کی بھی ، (تفصیل کے لئے دیکھئے براہین رضوی ،ص ۹۴ تا ۱۰۰اور صلوہ الرسول ﷺ تخریج و تعلیق عبد الرؤف سندھو ۲۳۶۔۲۳۷) لہذا علیزئی کا ان اعتراضات کو باطل و مردود قرار دینا خود ہی باطل و مردود ہے۔

ثانیا : علیزئی نے ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب سے اپنی بات کو تائید دینے کی کوشش کی ہے ، ہم پوچھتے ہیں کیا جناب امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب کو قبول کریں گے ؟

علیزئی صاحب ! جناب نے صحیح ابن حبان کا جو حوالہ نقل کیا ہے راقم الحروف کے پاس موجود نسخہ مؤسسۃ الرسالۃ میں یہ باب جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ پر ہے اور اس کے بعد حدیث کا نمبر ۱۷۹۷ ہے، اگر جناب کو امام ابن حبان کے ترجمۃ الباب پر اتنا ہی اعتماد ہو گیا ہے تو لیجئے قبول کیجئے گا ،یہی امام ابن حبان اپنی صحیح میں ہی (راقم کے پاس موجود نسخہ کے مطابق) اسی جلد میں ۹۶ صفحات کے بعد(یعنی جلد ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۸(۱۸۷۸) ایک باب قائم فرما رہے ہیں کہ : " ذکر ما یستحب للمصلی رفع الیدین عند قیامہ من الرکعتین من صلاتہ "اور اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی مرفوع روایت " ما لی اراکم رافعی ایدیکم کأنها أذناب خیل شمس اسکنوا في الصلاۃ " ذکر کر رہے ہیں، کریں قبول اور لا مذہبوں کو آج کے بعد بتائیں اور اپنے رسالہ

میں بھی کریں اعلان کہ چار یا تین رکعتی نماز میں دو رکعت پڑھنے کے بعد رفع یدین کی ممانعت اس صحیح حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

ثالثاً : قارئین کرام ! یاد رہے علیزئی کے پیش کردہ حوالہ کے بعد امام ابن حبان نے صحیح، صریح ، مرفوع احادیث بھی نفی جہر کے بارے میں بیان کی ہیں مگر علیزئی نے صحیح ، صریح ، مرفوع روایات کے مقابلہ میں امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش کی ہے ،عام طور پر تو صحیح ، صریح ، مرفوع روایت کے مقابلہ میں اقوال و افعال صحابہ کو بھی حجت نہیں مانا جاتا اور کبھی اپنی مرضی کے مطابق ایک محدث کے قول کو صحیح ، صریح ، مرفوع احادیث اور جمہور کے خلاف بھی قبول کر لیا جاتا ہے، ان لا مذہبوں کی ایسی ہی حرکات کی وجہ سے ہم انہیں لا مذہب کہتے ہیں جو کہ بالکل درست اور صحیح ہے۔

[قول علیزئی] علیزئی لکھتا ہے کہ : " سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہٗ راشد) کے عمل سے صراحتاً بسم اللہ بالجہر ثابت ہے اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم حدیث سے ثابت ہے الا یہ کہ استثناء کی کوئی صریح دلیل ہو۔رضا خانیوں سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک یہ فاروقی عمل صحیح ہے یا غلط ؟ اگر صحیح ہے تو تمہارا اعتراض مردود ہے اور اگر غلط ؟ تو صراحت کے ساتھ لکھیں۔ (الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۴۷)

جواب : اولاً : علیزئی نے اس کا جواب اپنے ہی قلم سے یہ لکھ کر دے دیا ہے کہ " الا یہ کہ استثناء کی کوئی صریح دلیل ہو " پس اس بارے میں صحیح ،صریح، مرفوع روایات موجود ہیں ،لہٰذا ان کی موجودگی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی صحیح،صریح روایت اس کے خلاف موجود ہے ،جیسا کہ صحیح ابن حبان وغیرہ میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے پیچھے بھی

میں نے نمازیں پڑھیں مگر ان سے بھی میں نے بسم اللہ بلند آواز سے نہیں سنی، لہذا علیزئی کے اپنے لکھے ہوئے الفاظ کے مطابق ہی یہ دلیل نہیں بن سکتی۔

ثانیاً: راقم الحروف کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ اس کے خلاف بھی مروی ہے اور اس کو صحیح ، صریح ، مرفوع احادیث کی تائید حاصل ہے، لہذا اسی کو ترجیح حاصل ہو گی۔

ثالثاً: آپ کے ایک لا مذہب محمد داود ارشد نے لکھا ہے کہ: "یہ طے شدہ اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ صحت سند سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ وکثیرا ما یکون الحدیث ضعیفا او واھیا والاسناد صحیح (تدریب الراوی ص ۱۴۸ ج ۱)

یعنی کئی ایسی احادیث ہیں جو نہایت درجہ ضعیف ہیں مگر (بظاہر) ان کی اسناد صحیح ہیں۔

(دین الحق بجواب جاء الحق ج ۱ ص ۹۲)

پس جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ اس کے خلاف ثابت ہے اور اسے صحیح ، صریح ، مرفوع روایات کی تائید بھی حاصل ہے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بقول جناب کے داود صاحب اس کا متن صحیح نہیں ہے۔

☆اس کے بعد علیزئی نے جہر اور سر دونوں طرح پڑھنے کو اپنے نزدیک جائز قرار دیا ہے تو عرض یہ ہے کہ جن دلائل سے جہر کو جائز قرار دیا جا رہا ہے اسی نوعیت کے دوسروں کے دلائل سے ثابت افعال کو ناجائز کیوں قرار دیا جاتا ہے ؟۔

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ: "۱۰) رفع یدین کا مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے مگر اس کے جواب میں رضا خانی لا مذہب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔(الحدیث ، شمارہ نمبر ۸۶ ص ۴۷)

جواب: علیزئی کا یہ لکھنا سیاہ جھوٹ ہے کہ یہ مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے اور اس کے جواب میں راقم نے کوئی دلیل نہیں پیش کی ،بلکہ راقم الحروف نے براہینِ رضوی میں اپنے سوال کے مطابق لکھا تھا کہ : " علیزئی صاحب ! ایسے ویسے کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، اگر کوئی ایک ہی دلیل جناب کے پاس موجود ہے جو کہ مرفوع، صحیح اور صریح ہو، اور اس میں وفات تک کا ذکر ہو بیان کریں ، لیکن وہ آپ کر نہیں سکتے۔

جناب اپنے گھر بیٹھے جو چاہے لکھتے رہیں جیسے کہ: "رفع یدین منسوخ یا متروک ہونے کا دعوی باطل ہے " لکھنے سے تو باطل نہیں ہو جائے گا ،باطل قرار دینے کے لئے ثبوت درکار ہوتے ہیں جو آج تک کوئی لا مذہب بھی پیش نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکتا ہے۔اگر ہمارے سوال کے مطابق جناب کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں مگر وہ جناب تا حیات پیش نہیں کر سکیں گے ،ان شاء اللہ العزیز۔(دیکھئے براہین رضوی ص ٦٢۔٦٣)

باوجود ہمارے مطالبہ کے علیزئی نے براہینِ رضوی کا جواب لکھتے ہوئے اس بارے میں کوئی دلیل پیش نہیں کی اور الٹا جھوٹ بول دیا کہ راقم الحروف نے اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش نہیں کی ، فیا للعجب۔

اس کے بعد علیزئی نے اپنی پرانی احمقانہ روش کو قائم رکھتے ہوئے صفحے کا کچھ حصہ سیاہ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ذریعہ سے حدیث پیش کریں، اس کا صحیح ہونا امام ابو حنیفہ سے ثابت کریں، آپ یوسفی یا شیبانی نہیں وغیر ہم۔علیزئی صاحب !آپ اپنی اس احمقانہ روش کو ترک کر دیتے تو بہتر تھا، ورنہ یاد رکھیں کہ جناب اپنے بارے میں اپنادعوی مسلمانی بھی کبھی ثابت نہیں کر سکیں گے (ویسے تو مناظر اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف قریشی صاحب نے طالب الرحمن شاہ کے ساتھ مناظر میں ثابت کر دیا تھا کہ یہ گستاخ و بے ادب مسلمان نہیں ہیں ،اور اب یہ مناظرہ تحریری شکل میں گستاخ کون ؟ کے نام سے

دستیاب ہے) کیونکہ جناب کے بڑے صرف قال اللہ اور قال الرسول کو ہی اپنی دلیل کہتے اور لکھتے رہے ہیں جیسا کہ نامور غیر مقلد ،لا مذہب احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے کہ :

" شاہ ولی اللہ کے زیر اثر پروان چڑھنے والی اہلحدیث کی تحریک نے اس بات کو لوگوں کے سامنے اجاگر اور واضح کیا کہ اسلام میں حجیت اور استناد اگر کسی کو حاصل ہے تو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ہے ، دوسری کسی چیز کو نہیں "۔

(دیکھئے فتاوی علمائے حدیث پر تبصرہ ، ج ۱ ص ۸)

[قول علیزئی] علیزئی نے لکھا ہے کہ : " ۱۱) اس جواب کا غلط ہونا رضا خانی سے بن نہیں پڑا اور نہ نومولود فرقہ بریلویہ رضاخانیہ کے بانی احمد رضا خان کی عبارت کا کوئی جواب دیا ہے "۔

(الحدیث ،شمارہ ۸۶ ،ص ۴۸)

جواب :اولاً : علیزئی لا مذہب کا اس بارے میں لکھنا کہ اس کا جواب بن نہیں پڑاتو یہ نہ صرف جھوٹ پر مبنی ہے بلکہ حقیقت کا خون کرنے کے مترادف بھی ہے کیونکہ علیزئی لا مذہب نے ہمارے سوال کے مطابق تو اس کا جواب دیا ہی نہیں تھا، ہمارا سوال اور علیزئی کا جواب ،علیزئی لا مذہب کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں:

''ایک صحیح صریح مرفوع غیر محتمل حدیث [مرفوع] پیش کریں کہ کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم حدیث میں ہو ؟''

الجواب : اگر کپڑا ہو تو سر ڈھانپ کر نماز پڑھنی چاہئے اور یہی بہتر ہے۔دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین (حدیث نمبر :۱۰) اور ماہنامہ الحدیث حضرو :۳۱ص ۵۱۔اگر کپڑا نہ ہو تو مرد کی نماز ننگے سر جائز ہے۔سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "أن النبي ﷺ صلی في ثوب واحد ، قد خالف بين طرفيه "بے شک نبی ﷺ نے

ایک کپڑے میں نماز پڑھی ، آپ نے اس کے دونوں کناروں کو مخالف اطراف (کے کندھوں) پر ڈالا تھا۔(صحیح بخاری : ۳۵۴)۔

تنبیہ : جواب میں صحیح بخاری پر اکتفا کرتے ہوئے صحیح مسلم کے حوالے کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ننگے سر نماز کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا : "اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں " (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۳۰) ۔(دیکھئے مقالات ،ج۲ ص ۱۰۸)

جواب : الف : قارئین کرام ! ہمارا سوال براہینِ رضوی میں دو مقامات پر موجود ہے (۱) صفحہ ۶۳ (۲) صفحہ ۱۰۵ مگر ہمارے سوال کو نقل کرتے ہوئے علیزئی نے دوبارہ "مرفوع "کا لفظ اپنی طرف سے لکھا ہے جس کو بریکٹ میں کر دیا گیا ہے، اگر تو یہ کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی ہے پھر تو ایسا ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں ہے، اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے تو یہ تحریف ہے۔

ب: ہمارا سوال تھا کہ کپڑا ہوتے ہوئے ، مگر علیزئی لا مذہب نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر کہ یہی بہتر ہے ہمارے سوال کی تائید کر دی کہ ایسا بہتر نہیں،اور پھر بعد میں جو دلیل دی ہے اس کو لکھنے سے پہلے خود ہی لکھ دیا کہ "اگر کپڑا نہ ہو تو مرد کی نماز ننگے سر جائز ہے " ہمارے سوال میں کپڑا نہ ہونے کے بارے میں جواب کا مطالبہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ کپڑا ہونے کی صورت میں ننگے سر نماز پڑھنے کے جواب کا مطالبہ تھا، لہذا علیزئی کا غیر متعلق دلیل دینا، پھر اس کے جواب کا مطالبہ کرنا ایک احمقانہ حرکت ہے۔

ج : براہینِ رضوی میں اس کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ : " علیزئی صاحب! آپ نے مذکورہ بالا عبارت لکھ کر اس بات کو خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ یہ بہتر نہیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھی جائے۔

آگے لکھاہے کہ "اگر کپڑا نہ ہو تو مرد کی نماز ننگے سر جائز ہے"

اقول : ہمارے سوال میں کپڑا نہ ہونے کا نہیں بلکہ کپڑا ہوتے ہوئے کا ذکر ہے۔

آگے علیزئی نے بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث لکھی ہے جس کے بارے میں "ڈھول کا پول" میں تفصیل آ رہی ہے۔

یہاں پر صرف مختصر عبارت عبد الجبار غزنوی،اور محمد داؤد غزنوی کے حوالہ سے لکھی جاتی ہے جو کہ ان لا مذہبوں کے لئے قابلِ غور ہے جو لا مذہبوں کی اس بارے میں وکالت کرتے ہیں :"۔۔۔ابتداءِ عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی ، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بہ صراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ نے یا صحابہ کرام نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو ۔چہ جائیکہ معمول بنا لیا ہو۔اس لئے اس بد رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیئے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہو گی۔اگر تعبد اور خضوع اور خشوع و عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصارٰے کے ساتھ تشبہ ہو گا۔اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے ، تعبد یا خشوع و خضوع کی علامت نہیں اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہو گا۔ولا یاتون الا وھم کسالی (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے یہ نا پسندیدہ عمل ہے۔

(الاعتصام جلد ۱۱ش۱۸بحوالہ فتاوے علمائے حدیث ۳/۲۹۱)

پس اب علیزئی اور اس مسئلہ میں اس کے ہمنوا اپنے ہی بزرگوں سے پوچھیں کہ ہم جو اس پر دلائل تلاش کر کرکے لوگوں کو فراہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اسی عہد اول سے تعلق رکھنے والی روایات کا سہارا لے کر اس مسئلہ میں جواز فراہم کر رہے ہیں ،ہم کس کھاتے میں ہوئے ؟۔۔۔

اور بالخصوص وہ لا مذہب مولوی یا عوام جو کپڑا ہونے کے باوجود جب نماز پڑھنے یا پڑھانے لگتے ہیں تو سر پر لیا ہوا بھی اُتار کر آگے رکھ لیتے ہیں، کن میں شامل ہیں ؟۔

(دیکھئے براہین رضوی ص ۶۳۔۶۴)

قارئین کرام! علیزئی لا مذہب کا جھوٹ آپ کے سامنے ہے ،راقم الحروف نے براہین رضوی میں انہی کے مولوی کی عبارت لکھی تھی جو شاید علیزئی کی سمجھ میں نہیں آئی ،علیزئی صاحب ہمارے سوال کے مطابق جو آدمی کپڑا پاس ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھے گا کم از کم اس کی نماز جناب کے بزرگوں کے بقول مکروہ ہو گی اور اگر سستی و کاہلی کی وجہ سے ایسا کرے گا تو۔۔۔۔

راقم الحروف نے اپنے جواب میں یہ بھی لکھا تھا کہ : آگے علیزئی نے بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی حدیث لکھی ہے جس کے بارے میں ”ڈھول کا پول “ میں تفصیل آ رہی ہے۔

کیا براہینِ رضوی میں جناب کو ”ڈھول کا پول“ نظر نہیں آیا ؟خیر لیجئے ہم اس کی وہ عبارت جس میں جناب کے بزرگوں نے ہی اس کا جواب دیا ہے وہ اب نقل کر دیتے ہیں، آپ کے بزرگوں کے نزدیک ہی جناب کو اس حدیث کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے، ملاحظہ ہو:

مولوی محمد اسماعیل سلفی لا مذہب ، غیر مقلد کا فتویٰ

سوال : بدن پر کپڑے ہوتے ہوئے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر رکھ دینی اور کوئی عذر بھی نہ ہو اور ہمیشہ اس طرح نماز پڑھنا، اگرچہ فرض نماز با جماعت مسجد میں ہو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح نبی علیہ الصلوۃ والسلام یا صحابہؓ سے ثبوت ملتا ہے ؟ اگر ملتا ہے تو عبارت مع صفحہ تحریر فرما دیں۔

)۲ (ننگے سر نماز پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانک کر اگر سر ڈھانک کر نماز پڑھنی افضل ہے تو اس کی دلیل پیش فرمایئے گا ؟۔(عبد اللہ خطیب جامع مسجد اہل حدیث ڈیرہ غازیخاں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب : وبا للہ التوفیق : متذکرہ صدر سوال پر تین وجوہ سے غور کیا جا سکتا ہے۔

ا(مطلق جواز اور اباحت کے لحاظ سے)

۲ (افضلیت یعنی آں حضرت اور صحابہ کے عام عمل کے لحاظ سے)۔

۳ (حرمت اور عدم جواز کے لحاظ سے)۔

نماز میں ستر مغلظ (شرمگاہ) کا ڈھانپنا بالاتفاق ضروری ہے، ان میں سے اگر کوئی حصہ ننگا ہو تو نماز نہیں ہو گی اور ان اعضاء کوننگا رکھنا شرعا حرام ہے۔بہز بن حکیم سے مروی ہے : اِحْفَظْ عَوْرَتَکَ الاّ مِنْ زوجَتِکَ اَوْ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ ۔(رواہ الخمسۃ الا النسائی) بیوی اور مملوکہ کے سوااعضاء ستر دیکھنے کا کسی کو موقع نہ دے۔

[نوٹ: امام ابو داوٗد ،ابن ماجہ ،ترمذی نے اس روایت کو ''عن بھز بن حکیم عن أبیہ عن جدہ ''وھو معاویۃ بن حیدۃ '' کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے صرف اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ترجمہ میں ،مگر امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ،بلکہ بہز بن حکیم سے روایات لی ہی نہیں، کذا فی التقریب ۱۰۳]

شوکانی فرماتے ہیں : ” والحق وجوب ستر العورۃ في جمیع الاوقات الا وقت قضاء الحاجۃ واقضاء الرجل الی أھلہ ۔ اھ (نیل الأوطارص ۶۴ج ۲)

حد ستر میں اہلِ علم مختلف ہیں جمہور ناف سے گھٹنہ تک ڈھکنا ضروری سمجھتے ہیں۔بعض صرف ران ڈھانپنا واجب سمجھتے ہیں۔امام احمد اور امام مالک سے ایک روایت میں آیا ہے العورۃ القبل والدبر(نیل الأوطار ج ۲ ص ۶۴)۔

غرض ستر کی جو حد بھی اہل علم کے نزدیک ہے اگر اسے ننگا رکھا جائے تو نماز نہیں ہو گی۔اعضاء ستر کو ویسے بھی ننگا رکھنا درست نہیں۔نماز میں تو قطعاً حرام اور ناجائز ہو گا۔ سر چونکہ بالاتفاق اعضاء ستر میں نہیں اس لئے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز بالاتفاق جائز ہو گی۔اس کے لئے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت۔جس طرح کوئی پنڈلی ، پیٹ ، پشت وغیرہ اعضاء ننگے ہوں تو نماز جائز ہے۔سر ننگے بھی درست ہے۔لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں، حدیث میں اس سے رکاوٹ ثابت نہیں ہو گی۔لیکن عقل مند ایسا کرنے سے پرہیز کرے گا۔ننگے سر کی عادت بھی قریباً اسی نوعیت کی ہے۔جواز کے باوجود ایسی عادات عقل و فہم کے خلاف ہیں۔عقلمند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آنحضرت ، صحابہ کرام اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو، خصوصاً با جماعت فرائض میں ،بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری فرماتے ہیں :۔ ” باب وجوب الصلوۃ في الثياب وقول اللّٰہ تعالیٰ خذو زينتكم عند كل مسجد ومن صلى ملتحفا في ثوب واحد و يذكر عن سلمۃ بن الاكوع ان النبي ﷺ قال بزک و لو بشركۃ في اسناده نظر الخ ۔
(صحیح بخاری مع فتح مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۱۸)

امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضاء ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں ادا کی جائے۔عام ذہن کے لوگوں کو اس قسم کی احادیث

سے غلطی لگی ہے۔ کہ ایک کپڑے میں نماز [ادا] کی جائے، تو سر ننگا رہے گا۔ حالاں کہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔

اس مضمون کی احادیث ام ہانی ، ابو ہریرہ ، جابر بن عبد اللہ ، سلمہ بن اکوع ، عمر بن ابی سلمہ، طلق بن علی وغیرہ سے صحیح بخاری ، سنن ابی داؤد وغیرہ دواوین سنت میں موجود ہیں لیکن کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں ، خصوصاً جس میں عادت اور کثرت عمل ثابت ہو ، پھر احادیث میں آں حضرت ﷺ کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت یا تو صرف اظہار جواز کے لئے ہے۔یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ان حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے۔سنت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے : " او لکلکم ثوبان (ابو داؤد ص۲۴۰) طلق کی روایت میں ہے :"او کلکم یجد ثوبین" (ابو داؤد مع عون ج ۱ص ۲۴۱) کیا سب کو دو کپڑے میسر آسکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے ،حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

قام رجل الی النبي صلی اللہ علیہ وسلم فسئلہ عن الصلوۃ في الثوب الواحد فقال او کلکم یجد ثوبین ثم سئل رجل عمر فقال اذا وسع اللّٰہ فاوسعوا جمع رجل علیہ ثیابہ صلی رجل في ازار و رداء في ازار وقمیص في ازار وقباء في سراویل و رداء في سراویل وقمیص في سراویل وقباء في تبان وقباء في تبان وقمیص قال و احسبہ في تبان وردائ۔ (صحیح بخاری ص ۲۲۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق دریافت کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا : جب اللہ تعالی وسعت دے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حسب استطاعت نماز میں لباس کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا۔حضرت عمر کا ارشاد حکم ہو یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت

صراحۃ سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر پورے کپڑے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف سے مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

ابن منیر فرماتے ہیں :" الصحیح انہ کلام في معنی الشرط کانہ قال ان جمع رجل علیہ ثیابہ فحسن اھ (فتح ج۱ ص۳۲۴)

اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :وفي ھذ الحدیث دلیل علی وجوب الصلوۃ في الثیاب لما فیہ من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیہ ان الصلوۃ في الثونین [في الاصل : في الثوبین] افضل من الثوب الواحد وصرح القاضی عیاض نبفی[في الاصل : بنفی] الخلاف في ذلک اھ (فتح الباری ۱ ص ۳۲۴) اس حدیث سے ثابت ہواہے کہ(مستطیع کے لئے) زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے۔کیوں کہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے۔غرض کسی حدیث سے بھی بلاعذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں ، محض بے عملی یا بد عملی یا کس کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے۔بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔العیاذ باللہ۔

اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے ابن ِعمرؓ آں حضرت ﷺ سے ذکر فرماتے ہیں۔

اذا صلی احدکم فلیاتزر ولیرتہ [في الاصل : ولیرتد]۔ ۱ ھ (سنن کبرے ج ۲ ص ۲۳۵)

نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر مرفوعاً فرماتے تھے : اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللّٰہ عزوجل احق ان یرین [في الاصل : یزین] لہٗ الخ (سنن کبرے)

نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمرنے مرفوعاً فرمایا نماز دو کپڑوں میں پڑھو۔اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کے سلسلہ میں نماز سے پیچھے رہ گیا، عبد اللہ بن عمر آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت عبد اللہ نے فرمایا کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ؟ میں نے عرض کیا،دو ہی موجود ہیں آپ نے فرمایا : " أرئیت لو بعثتک الی بعض أھل المدینۃ أکنت تذھب في ثوب واحد ؟ قلت لا قال فاللہ أحق ان یتجمل لہ ؟ الخ (بیہقی سنن ا ص ۲۳۶) اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس تمہیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں جاتے ؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔

ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے۔کپڑا موجود ہو تو سر ننگے نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔نیز یہ ثابت ہوتا ہے۔کہ اچھے کپڑوں کے ساتھ تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ آیت خذوا زینتکم کے مضمون سے بھی اسی سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

ابو داود میں ایک اثر ہے جس سے شاید کوئی کم سواد آدمی استدلال کرے۔حدثنا عبد اللہ بن محمد الزھری ثنا سفیان بن عیینۃ قال رأیت شریکا صلی بنا فی جنازۃ العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ یعنی فی فریضۃ۔(ابو داؤد ج اص ۲۵۶مع عون)

یعنی شریک نے فرضوں کی نمازبوقت عصر ٹوپی اُتار کر پڑھی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھی۔اھ اول تو یہ نہ مرفوع حدیث ہے۔نہ کسی صحابی کا اثر۔دوم معلوم نہیں، یہ شریک کون بزرگ ہیں شریک بن عبد اللہ نخعی تبع تابعی ہیں یا شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر تابعی۔ان دونوں میں کم و بیش ضعف ہے۔لیکن یہ ان کا عمل ہے جو کسی طرح بھی قابل حجت نہیں۔

سوم امام ابو داؤد نے اسے باب الخط [في الاصل : الخط] اذا لم یجد عصا میں ذکر فرمایا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ یہاں ضرورتا سر ننگا رکھا گیا ہے کیوں کہ جب انہیں سترہ کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو انہوں نے سترہ کا کام ٹوپی سے لے لیا۔ضرورت اور عذر سے سر ننگا رکھا جائے تو اس میں بحث نہیں ، بحث اس میں ہے کہ فیشن اور عادت کے طور پر نماز میں سر ننگا رکھنا کہاں تک درست ہے ؟ حافظ عینی نے شرح بخاری میں مختلف مذاہب کے ذکر میں تفصیل سے کام لیا ہے۔ان کی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ایک کپڑے میں درست ہے لیکن جب وسعت ہو کپڑے میسر آسکیں تو پھر ایک پر اقتصار مستحسن نہیں۔

حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں الفصل الثانی في فضیلۃ وھو ان یصلی في ثوبین او اکثرفانہ اذا بلغ فی الستر یروٰی عن عمرؓ انہ قال اذا وسع اللّٰہ فاوسعوا ۔ اھ (ص ۶۲۱)مفتی[في الاصل :مغنی] ابن قدامہ مع الشرح یعنی فضیلت اس میں ہے کہ دو یا دو سے زیادہ کپڑوں میں نماز ادا کرے کیوں کہ اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہو گا۔حضرت عمر کا ارشاد ہے۔جب اللہ مال میں وسعت فرمائیں تو آدمی کو وسعت سے کام لینا چاہیے اس کے بعد تمیمی کا قول ذکر فرمایا ہے۔الثوب الواحد یجزی والثوبان احسن والاربع اکمل قمیص و سراویل و عمامۃ و ازارٌ اھ۔(ابن قدامہ ا ص ٦٢١) ایک کپڑا جواز نماز کے لئے کافی ہے دو کپڑے بہتر ہیں چار ہوں تو نماز اور کامل ہو گی۔ قمیص ، پاجامہ ، پگڑی اور ازار۔

ان تمام گزارشات سے مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلاوجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں۔یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے۔یہ اور بھی نا مناسب ہے۔آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں پگڑی کے متعلق تحنیک کا رواج تھا یعنی پگڑی کا ایک لپیٹ گردن کے نیچے سے باندھتے تھے آج کی عربی پگڑیاں اور ہماری پگڑیاں اس وقت کی پگڑیوں سے وضع

میں مختلف ہیں ایسی پگڑی کا اتارنا اور بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔وللتفصیل وقت اخر۔ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو، تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔والسلام۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۲۸۶تا ۲۸۹)

علیزئی صاحب! دیکھ لیں کہ جناب کے بزرگ نے تو جہالت ،بد عملی ،بے عملی اور قلت عقل جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں ،راقم الحروف اگر اس کی تشریح کر کے جناب کے بارے میں وضاحت کرے گا تو جناب کو شکایت نہیں بلکہ شکایتیں ہوں گی ،مشورہ پر عمل کرنا اور اپنے بزرگ کی عبارت میں غور و فکر کرنا ، فائدہ مند ثابت ہو گا۔علیزئی صاحب اگر ابھی بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو اپنے سلف البانی کا اس بارے میں کلام بھی " تمام المنۃ ۱۶۴۔۱۶۵" پر سے پڑھ لیجئے گا۔

ثانیا: علیزئی کا اس کے بعد یہ لکھنا کہ: " نہ نومولود فرقہ بریلویہ رضاخانیہ کے بانی احمد رضا خان کی عبارت کا کوئی جواب دیا ہے "۔علیزئی کا یہ الفاظ لکھنا اہل سنت پر بہتان تراشی ہے، انہیں فرقہ بریلویہ رضا خانیہ لکھا ،جب کہ علماء اہل سنت نے بالعموم اور خاص کر حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے کہ بریلوی کوئی فرقہ نہیں ہے اور نہ ہی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کسی نئے فرقہ کے بانی ہیں، لہذا لا مذہب کا یہ سراسر بہتان ہے ،جس سے اہل سنت اور امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بری ہیں۔

باقی رہا "احکام شریعت "کا مسئلہ تو اس بارے میں علماء اہل سنت میں اختلاف ہے کہ آیا یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے یا کہ نہیں، اس لئے اس کی ذمہ داری اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالنا درست نہیں ہے۔

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں فتوی "فتاوی رضویہ" میں موجود ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے سائل کے سوال کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کے اس بارے میں اقوال کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ : حضور اقدس ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے ،اگر بہ نیت تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بد گمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اکرم ﷺ و صحابہ کرام سب سے ثابت ، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ وبازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعا محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اُٹھیں شرعا مکروہ ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے :"الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ ومکروہ "اہلِ شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے ،صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۳۸۹، جدید)

لہذا اس بات کو آپ کی طرف منسوب کرنا اور کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے کہا ہے غلط ہے کیونکہ آپ تو فقہاء کے اقوال کو نقل کر رہے ہیں جس کا سائل نے اپنے سوال میں ذکر کیا تھا کہ احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟۔

]قول علیزئی [علیزئی نے لکھاہے کہ : ۱۲) :"عباس رضوی کے مسخرے پن کا جواب الحدیث حضرو میں شائع شدہ ہے (عدد ۵۶ ص ۴۸) (الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۴۸)

جواب : ہمارے سوال میں نہ تو کوئی تمسخر سے کام لیا گیا تھا اور نہ ہی کوئی غلط بیانی کی گئی تھی بلکہ عام وہابی لا مذہبوں کے نماز پڑھنے کے طریقے کو مد نظر رکھ کر سوال کیا گیا تھا، مگر علیزئی کو یہ "مسخرا پن" محسوس ہوا ،مگر بھول گئے کہ اس کی غلط بیانی اور بے شرمی کا جواب بھی براہین رضوی میں شائع شدہ ہے۔(براہین رضوی ۶۵)

☆اس کے بعد علیزئی نے لکھا ہے کہ : " اور رضا خانی لا مذہب کا یہ کہنا کہ اہل حدیث نماز میں بالخصوص یوں ہی کھڑے ہوتے ہیں ، غلط ہے۔ہم تو نماز میں کبھی پاؤں دو دو فٹ کھول کر کھڑے نہیں ہوتے اور اگر (فرض کر لیا جائے کہ) کسی ایک آدھ ان پڑھ یا ناواقف نے عباس رضوی کے سامنے ایسا عمل کیا تھا تو اس کے ذمہ دار اہل حدیث علماء نہیں ، کیونکہ کسی اہل حدیث عالم نے یہ نہیں کہا کہ پاؤں دو دو فٹ کھلے کر کے کھڑے ہو جاؤ۔(الحدیث :۸۶ ص ۴۸)

جواب : اولاً : علیزئی یاد رکھو کہ جس کو حقیقت کا علم ہو وہ غلط بات کو تسلیم نہیں کرتا، ہمیں علم ہے کہ تمہارے اباؤ اجداد نے اپنے لئے اہل حدیث کا نام کس سے الاٹ کروایا تھا، راقم الحروف نے لا مذہب لکھا تھا جو اصل حقیقت تھی مگر تم نے میری عبارت میں تحریف کر کے سابقہ روایت کو بر قرار رکھتے ہوئے اپنے خائن ہونے کا ثبوت دوبارہ فراہم کر دیا۔

ثانیا : یہ بات غلط نہیں بلکہ عام وہابیوں لا مذہبوں کودیکھا جا سکتا ہے کہ وہ نماز میں اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں جس کی تمہارے پورے خاندانِ نجد کے پاس کوئی غیر صریح دلیل

بھی نہیں کہ تم اس کے جواب میں جواز قائم کر سکو ،اس لئے تو اسے آپ جناب نے مسخرا پن کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔

ثالثا : فرض کر لیا جائے اور کسی ایک آدھ ان پڑھ وغیرہ لکھ کر علیزئی نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ وہ ہمارے ہی ہیں جو اس طرح کرتے ہیں۔

☆اس کے بعد علیزئی نے لکھا ہے کہ : " اول تو بدعقیدہ متروک و مجروح رضا خانیوں کی اہل حدیث کے خلاف گواہی مردود ہے اور اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا ہو تو ہم اس سے بری ہیں۔بہت سے بریلوی رضا خانی لوگ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور اپنی عورتوں (زنانِ عاشقانِ اولیاء !!) کو قبروں پر لے جاتے ہیں ، جہاں وہ عورتیں قسما قسم کی شرکیہ حرکات کرتی ہیں تو کیا خیال ہے اس کے ذمہ دار رضا خانی مذہب کے تمام علماء ہیں۔(الحدیث ، شمارہ ۸۶ ص ۴۸)

جواب : اولاً : الحمد للہ ! اہل سنت کے عقیدہ میں توکسی مسلمان کو بھی شک نہیں ہے اگر جناب جیسا کذاب و خائن،نابکار و نافرجام ،ازلی مردود ومحروم ،خائب وخاسر ، جملۂ گستاخانِ نجد کا نمائندہ ایسی باتیں کرے تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں آئے گا ، البتہ جناب کی گواہی واقعتا مردود و باطل ہی قرار پائے گی کیونکہ کذاب کی گواہی قبول نہیں ہوتی اور اس کی وضاحت پچھلے اوراق میں کی جا چکی ہے اسی طرح فاتر العقل کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوتی اور جناب کا مخبوط الحواس ، مختل الحواس ہونا ہم نے پچھلے اوراق میں واضح کر دیا ہے، اگر ضرورت محسوس ہو گی تو ابھی بہت کچھ ظاہر کرنے کے لئے راقم الحروف کے پاس موجود ہے جو ان شاء اللہ العزیز وقت آنے پر ظاہر کر کے ثابت کیا جائے گا۔

ثانیا : علیزئی نے یہ لکھ کر کہ :" اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا ہو تو ہم اس سے بری ہیں "۔

واضح کر دیا کہ ایسا کرتے ہمارے ہی ہیں مگر ہم اس سے بری ہیں گویا کہ مان لیا کہ جہاں کہیں بھی ہمارے لا مذہب ایسا کرتے ہیں وہ غلط ہیں، ابھی بہت کچھ مانو گے انشاء اللہ العزیز۔

ثالثا : علیزئی کا یہ لکھنا کہ : ”بہت سے بریلوی رضا خانی لوگ داڑھیاں منڈاتے ہیں “ کیا علیزئی نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کے بارے میں عبد الرشید عراقی غیر مقلد ،لامذہب وہابی لکھتا ہے کہ :” حدیث نبوی ﷺ سے بہت زیادہ شغف اور عشق تھا اور حدیث کے معاملہ میں معمولی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے“۔

آگے لکھتا ہے کہ:” جماعت اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے میں علامہ شہید کی خدمات قدر کے قابل ہیں “ (دیکھئے چالیس علماء اہل حدیث صفحہ ۳۵۷و۳۶۰)

یعنی احسان الٰہی ظہیر مگر اس وہابیوں کے خطیب الاسلام نے ساری زندگی داڑھی کے ساتھ مذاق ہی کیا ہے جس سے ان کا حدیث نبوی ﷺ سے عشق تو ظاہر ہی ہے، مگر یاد رہے کہ علیزئی نے نور پوری کے حوالہ سے ڈارھی کٹوانے کو فرض اور واجب کی خلاف ورزی اور نافرمانی ، حرام اور گناہ لکھا ہے ،اب اپنے خطیب الاسلام کے بارے میں وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ اس نے ساری زندگی کیا کیا ہے ؟

اگر اہل سنت میں سے کوئی ایک مٹھی سے کم داڑھی کٹواتا ہے یا منڈواتا ہے تو ہمارے نزدیک وہ ایک سنت کا تارک اور گناہ گار ہے جسے ہم نہ تو صحیح کہتے ہیں اور نہ ہی اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں مگر علیزئی کو شاید یہ علم نہ ہو کہ ان کی مساجد کے کئی صدر بھی داڑھی منڈے ہیں جس کی زندۂ جاوید مثال راقم الحروف کے قریب والی وہابیوں کی مسجد بھی ہے۔اور یاد رہے کہ تمباکو ، سگریٹ وغیرہ کو حرام قرار دینے کے باوجود اکثریت وہابیوں کی مساجد کے ساتھ بنی ہوئی دکانیں جن کا مقصد مسجد کے معاملات و

دینی معاملات کو مالی فائدہ دینا ہوتا ہے ان میں سگریٹ وغیرہ عام بیچے جاتے ہیں تو کیا خیال ہے حرام کی کمائی پر مسجدیں اور دین کی اشاعت جائز ہے ؟۔

رابعا : علیزئی کا یہ لکھنا کہ : " اپنی عورتوں (زنانِ عاشقانِ اولیاء !!) کو قبروں پر لے جاتے ہیں جہاں وہ عورتیں قسما قسم کی شرکیہ حرکات کرتی ہیں" الحمد للہ ! علماء اہل سنت نے اس بارے میں اپنے نظریات کو اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے جن میں سے کسی بھی قابلِ اعتماد شخصیت سے راقم الحروف کے علم میں اس کے جواز کے بارے میں کوئی کلام بھی موجود نہیں، بلکہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں مستقل ایک رسالہ بنام "جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور" لکھا ہے جو کہ علیحدہ شائع ہونے کے ساتھ ساتھ " فتاوی رضویہ جدید جلد نمبر ۹ ص ۵۴۱ سے لے کر ۵۶۴ "تک موجود ہے۔بقیہ رہا یہ مسئلہ کہ وہاں کیا کیا ہوتا ہے اور کون کون کرتا ہے اس پر ہم کئی جناب کے مسلک والے اور والیاں بھی دکھا سکتے ہیں ،اور کیا کیا جناب کے بزرگوں نے شرک قرار دیا ہے ؟ اور کس کس مسجد کا خطیب و امام وہی کام اپنی مسجد میں بیٹھ کر سرانجام دے رہا ہے اس کو اگر دیکھنا ہو تو ہمارے گوجرانوالہ میں وہابی مسجدوں کا چکر ضرور لگایئے گا ،اور دیکھئے گا کہ زنان عاشقان مولویاں کہاں کہاں جمع ہو کر اپنی مشکلات کے حل کے حصول کی خواہاں بنی بیٹھی ہوتی ہیں۔

مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کو کسی مسلک کے علماء بھی شاید جائز قرار نہ دیتے ہوں اور نہ ہی ایسی باتوں کو ایک علمی گفتگو میں لا کر کسی کے ذمہ تھونپنا اچھی بات ہے، مسئلہ تو صرف یہ تھا کہ بعض آپ جناب کے مسلکی لوگ یہ کام کرتے اور کہتے تھے کہ ہم صحیح حدیث کے علاوہ کوئی عمل نہیں کرتے، ان کا یہ عمل درست نہیں تھا تو صاف لکھ دینا تھا کہ اس بارے میں کوئی صحیح، صریح، مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔

☆اس کے بعد علیزئی نے لکھا ہے کہ : "نمازیوں کا اپنے جسم کے مطابق کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا تو احادیث صحیحہ و آثار صحابہ سے ثابت ہے لیکن اس کا مذاق اڑانا بے دینی اور گستاخی ہے "۔(الحدیث ، شمارہ ۸٦ ص ۴۸)

جواب : ملعون ہے وہ شخص جو نبی اکرم ﷺ کی سنت کا مذاق اڑاتا ہے مگر نماز پڑھتے ہوئے اس انداز میں کھڑا ہوناکہ خود بھی مشکل میں پڑے اور دیکھنے والوں کو بھی عجوبہ لگے یہ کہاں کا دین اور ادب ہے ؟۔

☆اس کے بعد علیزئی نے لکھا ہے کہ : آخر میں عرض ہے کہ عباس رضوی کو کہیں کہ وہ میدان میں آئیں اور ہمارے بارہ جوابی سوالات کے مطابق سوالات لکھیں اور اس کے بعد ان کا ہر چیلنج قبول ہے ، جس کے لئے تمام شرائط فریقین کی رضا مندی سے پہلے طے ہوں گی "۔

(الحدیث ، شمارہ ۸٦ ص ۴۸)

جواب :اولاً : علیزئی صاحب ! جناب میں اتنا تو دم خم،کس بل اور ہمت مردانہ نہیں کہ ان کے خادم کے جواب کو مکمل لکھ کر اس کا جواب دے سکیں اور لگے ہیں مناظر اسلام مدظلہ العالی کو دعوتِ میدان دینے ،ارے بندہ ٔخدا !پہلے راقم الحروف کے لکھے ہوئے جواب کا تو جواب دے لیتے پھر بڑھکیں ہانکتے کہ وہ میدان میں آئیں تو شاید کوئی تجھے عقل مند بھی کہتا ،راقم کی طرف سے لکھے گئے جواب کا اکثر حصہ تو بغیر سوچ سمجھے ہڑپ کر گئے جس کا جواب آپ جناب سے دیا نہیں جا سکا،اب لگے ہو مناظر اسلام کو دعوتِ میدان دینے۔
سنو !مثل مشہور ہے کہ :" ذات دی کوڑھ کرلی اور چھتیراں نوں جپھے "۔

ثانیا : علیزئی جی ! قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی کی طرف سے کئے گئے پہلے سوالوں کے جواب تو دے نہیں سکے اور لگے ہیں انہیں مزید سوالات لکھنے کا مشورہ دینے ، پہلے اپنے

اوپر پڑا ہوا بھاری قرض تو اتار لو ،بعد میں نئے کی بات بھی کر لینا ،مگر یہ تم سے ہو نہیں سکے گا، بلکہ پوری دنیائے نجدیت ولا مذہبیت بھی مل کر ایسا نہ کر سکے گی، ان شاء اللہ۔

ثالثا : ”اس کے بعد “کیا مطلب دم خم ختم ہو چکا کہ ان کا جواب دیے بغیر چیلنج کی باتیں کرنے لگے ،ٹھیک ہے ،ہم نئے چیلنج کو بھی سننے اور قبول کرنے کے لئے تیار ہیں مگر پہلے یہ تو لکھیں کہ میں ان کا جواب اُن شرائط کے مطابق نہیں دے سکتا، پھر بتائیں کہ فلاں مسئلہ میں بات ہو گی تو ہم ان شاء اللہ العزیز اس بارے میں بھی شرائط کے لئے تیار ہیں۔

علیزئی جی ! خالی بڑھکیں ہانک لینے سے کچھ نہیں بنتا، ہمیں جناب کی ہمت کا علم ہے کہ کتنی ہمت کے مالک ہو، سامنے آنے کے بعد تو ٹھہر نہ سکے، آج دور بیٹھ کر چیلنج کی باتیں یاد آ رہی ہیں۔

سنو ! جناب نہیں تمہاری پوری ذریت نجد بھی اگراپنے تمام نجدی آقاؤں کو ساتھ ملا کر ہمارے قائم کردہ سوالات پر جب چاہے جہاں چاہے، ہم ان کے ساتھ بات کرنے کو تیار ہیں، اگر جناب میں کوئی دم خم ہے تو آیئے ہم دعوت میدان دیتے ہیں، لیکن یاد رکھنا کہ تم کیا پوری دنیائے نجدیت مل کر بھی ان مسائل میں شرائط کے مطابق بات کرنا تو دور کی بات ہے، بات کرنے کا سوچ بھی نہیں سکی گی، جس کی واضح مثالیں ہمارے سامنے ہیں جن میں ایک انٹر نیٹ پر ہونے والی طالب۔۔۔شاہ کے ساتھ گفتگو اور دوسری جناب کی ہمت ،اگر اتنی ہمت تھی تو ادھر ادھر کی ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے سیدھا کہتے کہ ہم چیلنج قبول کرتے ہیں ،مگر تمہاری ہمت نے اس سے جواب دے دیا ،تبھی تو جناب نے لکھ دیا کہ”ہمارے بارہ جوابی سوالات کے مطابق سوالات لکھیں اور اس کے بعد ان کا ہر چیلنج قبول ہے“ یہ لکھتے ہوئے کیا سوچا تھا کہ شاید میرا بھرم میرا دم بھرنے والوں میں رہ جائے، علیزئی جی !نہیں، ہم اب دوبارہ کہتے ہیں کہ جناب کیا جناب کے تمام حواری وانصاری نہ

صرف پاکستان سے بلکہ پوری دنیا سے مل کر آئیں ہم ہر وقت ان مسائل میں بات کرنے کو تیار ہیں ، آزمائش شرط ہے۔

رابعا : راقم الحروف نے براہینِ رضوی کے آخر میں بھی لکھا تھا کہ : " اگر جناب میں کوئی دم خم ہے تو آیئے ہم پھر دعوتِ میدان دیتے ہیں ، تشریف لائیں ، اگر آنے میں کوئی قباحت محسوس کریں تو اپنے رسالہ میں شائع کر دیں کہ ہم نہیں تم آؤ اور وقت کا تعین بھی کر دو، ان شاء اللہ العزیز ہم آ جائیں گے۔

اور ہاں یہ ذہن نشین رہے کہ کسی ایرے غیرے کی بات نہیں آپ جناب جو بزعمِ خویش علمی میدان کے بڑے شہسوار بنے ہوئے ہیں بات آپ سے ہو گی۔[جس میں انتظامی معاملات کی ہر قسم کی ذمہ داری جناب کو قبول کرنا ہو گی]۔

اب آخر میں پھر یہ عرض کرتا چلوں کہ علیزئی لا مذہب نے جو سوالات اہل سنت احناف پر وارد کئے ہیں وہ صرف ہمارے اُصول سے ناواقفیت کی وجہ سے کئے ہیں۔پہلے وہ کتب ِاُصولِ فقہ کو پڑھیں اور احناف کے اُصول دیکھ کر سوال کریں، ہم ان شاء اللہ ان کی تشفی فرما دیں گے "۔

(براہین رضوی ۶۵۔۶۶،بتصرف)

علیزئی صاحب ! چاہئے تو یہ تھا کہ آپ اس دعوت کو قبول کرتے اوراس کے بعد یا خود آتے یا ہمیں دعوت دیتے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ مذکورہ ۱۲ مسائل میں کون حق پر ہے، مگر آپ جناب نے ان بارہ سے جان چھڑانے کے لئے اپنے رسالہ میں چند اوراق مزید سیاہ کر ڈالے مگر جواب پھر بھی نہ بن پڑا، اور راقم الحروف نے جو اُصولی بات کی تھی کہ ہمارے اُصول و قوائد کے مطابق ہم سے سوال کریں ہم جواب دیں گے اس کا بھی کوئی

جواب دیے بغیر جناب نے اپنی تحریر میں پھر اسی طرح بے اُصولی کا مظاہرہ کیا کہ امام صاحب سے صحیح سند اور تصحیح وغیرہ ثابت کریں۔

اللہ کے بندے ! ہمارے اُصول کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ احناف صرف اور صرف امام اعظم ابو حنیفہ ہی کی سند اور تصحیح کو پیش کریں گے ؟

ہم نے تو تمہارے بیان کردہ اُصولوں کے مطابق سوالات کئے تھے مگر تم ان کا بھی جواب نہ دے سکے ، حیلہ بہانہ کرنے کی ضرورت نہیں، یا تو ان تمام کے بارے میں لکھو کہ ہمارے وہ بزرگ اور علماء و مولوی جاہل تھے اور ہیں جو صرف اور صرف کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ و مرفوعہ کا راگ الاپتے ہیں ، مگر تم سے کچھ ہو نہ سکے گا ، ان شاء اللہ العزیز۔

نہ خنجر اٹھے گا ،نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں ! یاد رکھنا بڑی شرائط عائد کرتے ہوئے جواب کو" قابل مسموع "سمجھتے ہو،اب تمہاری طرف سے دیا گیا وہی جواب قابل سماعت تصور کیا جائے گا، جس میں براہین ِرضوی اور اس جواب میں راقم الحروف نے جو عبارات لکھی ہیں ان کو مکمل نقل کر کے جواب دو گے ، وما علینا الا البلاغ۔

محمد ارشد مسعود
27\ 09\ 2011